© rasailojaraid.com

متنبی کی شاعری کے فنی محاسن ونقائص کا جائزہ

محمد انس حسّان*
محمد امجد**

ABSTRACT:

The art of Arabic poetry is one of the disciplines, which characterize the Arab people. It has a unique nature among the broad field of world poetry. Throughout history, in the Arab lands, the Arab rulers found inspiration and entertainment in the verses of their court poets.It was one such poet who became the most renowned of all the Arab poets ever. This was a man by the name of Abu at-Tayyib Ahmad ibn Huseyn Al Mutanabbi(915-955). Among other things, Al Mutanabbi rose to fame with his marvelous metaphors and ornate enhancements of the language. Over a couple of dozen reviews have been written to examine and interpret the subtle, almost hidden messages in his verse. And indeed, they were in fact less than direct to the less experienced reader.His poetry achieved much success with its opulently metaphorical and skillfully attacking or slyly praising qasidahs. His subject matters always bring to mind the time-honored and accepted Arab intrinsic worth of reliability, respect, companionship, courage, and gallantry. During Al Mutanabbi's lifetime and till our present day, his poetry attracted and attracts a great deal of interest. As with many controversial figures in history, the censure he received at times gave him popularity and opened the doors of his patrons in the cultural centers of the Arab world in the tenth century. Today,Al Mutanabbi remains somewhat unknowable. There is an aura of a hint of vagueness about his works and himself as a person. This paper attempts to enlighten many aspects of his poetry,ideology and explores his scholarly contribution in Arabic poetry.

ابوالطیب احمد بن الحسین بن الحسن بن عبدالصمد الجعفی المتنبی ۳۰۳ھ/ ۹۱۵ء میں شہر کوفہ کے ایک محلے کندہ میں پیدا ہوا(۱) اور اسی وجہ سے اس کی ایک کنیت کندی بھی ہے۔ اس کے خاندان کا جو بہت خستہ حالت میں تھا، یہ دعویٰ تھا کہ وہ لوگ یمن کے قبیلہ جعف سے ہیں۔ چنانچہ متنبی کا ہمیشہ یہ اعتقاد رہا کہ جنوبی عرب شمالی عربوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔(۲) متنبی کی تعلیم کا آغاز اس کے پیدائشی شہر کندہ میں ہوا اور وہ بہت جلد اپنے حیرت انگیز حافظے اور ذہانت وذکاوت کی وجہ سے مشہور وممتاز ہوگیا۔ لڑکپن کے اسی دور میں وہ شیعہ (زیدیہ) کے بھی زیر اثر رہا(۳) اور اسی ماحول میں اس کے فلسفے اور شاعری کی نشونما ہوئی۔ اس زمانہ میں قرامطہ کی لوٹ مار عروج پر تھی اور ۳۱۲ھ/ ۹۲۴ء میں جب قرامطہ نے کوفہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا تو متنبی کے خاندان کو مجبوراً کوفہ چھوڑنا پڑا اور وہ ہجرت کر کے ''سماوہ''(۴) نامی گاؤں میں مقیم ہوئے۔

---

* لیکچرر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج جہانیاں برقی پتا: anaskashmiri@gmail.com
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
تاریخِ موصولہ: ۲۰/ ۲/ ۲۰۱۴ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوعمری میں جہاں متنبی کو در بدری کا غم سہنا پڑا وہیں اس کا ایک فائدہ بھی ہوا کہ بدوی عربوں کے درمیان رہنے سے ادب عربی پر اس کی گرفت بہت مضبوط ہوگئی اور شاید یہی زمانہ ہے جب متنبی باقاعدہ شعر کہنے لگا تھا۔ ۳۱۵ھ/ ۹۲۷ء میں جب وہ واپس کوفہ آیا تو ہمہ تن شعر وشاعری میں مصروف رہنے لگا۔

متنبی عرب شعرا میں ابوتمام اور البحتری کے کمالات کا بہت معترف تھا اور اس کے ابتدائی دور کے کلام میں ان شعرا کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اپنے ہم عصر شعرا کی طرح متنبی نے بھی قصیدہ گوئی کو حصول رزق کا ذریعہ بنایا اور خود کو ابوالفضل کوفی کے دربار سے وابستہ کرلیا۔[۵] ۳۱۶ھ/ ۹۲۸ء میں جب قرامطہ نے اس شہر کو دوبارہ تاخت وتاراج کیا تو اسے اپنے شہر کو دوبارہ خیر باد کہنا پڑا۔ اس زمانے میں بغداد علم وہنر کا گہوارہ بنا ہوا تھا اور اس کی کشش اسے اپنی طرف کھینچ لے گئی۔ چنانچہ وہاں جاکر وہ اپنے ایک ہم وطن محمد بن عبداللہ العلوی کا مدح خواں بن گیا۔[۶] لیکن یہاں بھی اس کا دل نہ لگا اور وہ شام چلا گیا۔ متنبی کا اس دور کا کلام (جو زیادہ تر شام اور اللاذقیہ کے امراء کی مدح میں لکھا گیا) عجلت میں لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرثیہ اور بعض فی البدیہہ اشعار کے سوا باقی سب نوکلاسیکی رنگ کے قصائد ہیں اور ان میں ابوتمام اور البحتری کا اثر غالب ہے۔

اگرچہ شعر وادب میں اس کا نام اس کی زندگی میں ہی مشہور ہوگیا تھا مگر متنبی کو تمام زندگی یہ گلہ رہا کے زمانے نے اس کی قدر نہیں کی اور اس کی فنی فضیلت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ بعد کے حالات نے اس میں یہ سوچ پیدا کی کے دولت اور اقتدار کے حصول کی خواہش کی تکمیل قصیدہ خوانی کے ذریعے پوری نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اس نے اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے قصیدہ خوانی کا پیشہ ترک کردیا اور اللاذقیہ میں ۳۲۰ھ/ ۹۳۱ء میں ایک انقلابی تحریک کا آغاز کیا اور ریاست کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا۔ ابن الانباری کے مطابق ابوالطیب نے ''بادیۃ السماوہ'' میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اس وقت سے اس کا لقب متنبی مشہور ہوگیا۔[۷] کراچ کووسکی (Kratschkowsky) نے ابن الانباری کے اس دعوے کی تردید کی ہے[۸]۔ (متنبی نے خود دعویٰ کیا تھا یا اسے اس طرح بدنام کیا گیا، یہ ایک تحقیق طلب امر ہے، مدیر) جس کی وجہ سے ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ متنبی کے دعویٰ نبوت میں کتنی سچائی ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کے اس نے حصول اقتدار کے لیے قرمطیت کا باقاعدہ پابند ہوئے بغیر ان کے تصور امامت کو استعمال کیا جبکہ دوسری جانب اس کی تحریک کا زور توڑنے کے لیے اس پر نبوت کے دعوے کا الزام لگایا گیا جو عوامی سطح پر بہت جلد شہرت پا گیا۔ بہرکیف اس کی بغاوت کو بری طرح کچل دیا گیا اور اسے حمص میں قید کردیا گیا۔ ۳۲۲ھ/ ۹۳۳ء میں دوسال کی قید کاٹنے کے بعد اسے آزاد کردیا گیا۔ اس مہم جوئی کا صرف یہ فائدہ ہوا کے اس کا لقب متنبی مشہور ہوگیا اور یہ بات اچھی طرح اس کے ذہن نشین ہوگئی کے وہ اپنے بلند پرواز خوابوں کی تکمیل فقط شاعری ہی کے ذریعے کرسکتا ہے۔[۹] متنبی کے زمانہ قید میں کہے گئے کلام کو ہم اس کی شاعری کا دوسرا دور کہہ سکتے ہیں اور اس دور کی شاعری کی خاص بات یہ ہے کہ متنبی اپنے پیش رو شعرا کے اثر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہر نکل آیا۔ قید سے آزاد ہونے کے بعد متنبی نے دوبارہ مدحیہ قصیدہ خوانی کا پیشہ اختیار کیا اور طویل در بدری کے بعد ۳۲۸ھ/ ۹۳۹ء میں امیر بدر الخرشنی (جس کا نام دیوان میں بدر بن عمار ہے) کا درباری شاعر بن گیا۔ امیر بدر کے ساتھ متنبی کا تعلق ڈیڑھ سال تک ہی قائم رہ سکا۔[۱۰] قید سے آزاد ہونے کے بعد سے امیر بدر کے دربار میں قیام تک کے عرصے کو ہم متنبی کی شاعری کے تیسرے دور سے موسوم کر سکتے ہیں۔ متنبی نے اپنی شاعری کے اس دور میں زیادہ تر قصیدے کہے لیکن اپنی فنی خوبیوں اور ظاہری وضع کے اعتبار سے اس دور کے قصیدے اس کے پچھلے دور کے قصائد سے بہت ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں۔

۳۳۷ھ/ ۹۴۸ء میں وہ حلب کے حمدانی دربار میں امیر سیف الدولہ کا درباری شاعر بن گیا اور تقریباً نو سال تک اس کے دربار سے منسلک رہا۔ ادبی اعتبار سے اس کے کلام کا یہ دور جو ۳۲۹ھ/ ۹۴۰ء سے شروع ہو کر ۳۳۷ھ/ ۹۴۸ء تک رہا، اس کی شاعری کا چوتھا دور ہے اور اپنی وفات تک وہ اسی طرز پر پابندی سے قائم رہا۔ متنبی پر کام کرنے والے زیادہ تر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ سیف الدولہ کے پاس قیام کے دوران کہا گیا کلام اس کی شاعری کا منتہائے کمال ہے۔[۱۱] ۳۳۷ھ/ ۹۴۸ء میں متنبی سیف الدولہ کے مصاحبوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر فسطاط (مصر) چلا گیا جہاں کافور الاخشیدی نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ یہ دور متنبی کی خودداری اور عزت نفس کی پامالی کا دور تھا کیونکہ اس نے اپنی طبیعت پر جبر کر کے ایک ایسے شخص کی مدح سرائی کی جسے وہ بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔[۱۲] سوال یہ ہے کہ اگر کافور سے متنبی کو اتنی نفرت تھی تو ۳۳۷ھ/ ۹۴۸ء سے ۳۵۰ھ/ ۹۶۱ء تک کے تقریباً تیرہ سال اس کے دربار میں کیوں گزارے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافور نے متنبی سے وعدہ کیا تھا کہ اسے ''صیدا'' کا حاکم بنا دے گا مگر جب اس کی ذہانت اور بلند ہمتی دیکھی تو لیت و لعل سے کام لینے لگا۔ چنانچہ متنبی ایک طویل عرصہ اس کے پاس ٹھہرا رہا لیکن جب اس کا وعدہ وفا ہوتا نہ دیکھا تو نہ صرف اسے چھوڑ دیا بلکہ اس کی ایسی ہجو لکھی ہے جو عربی شاعری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ۳۵۴ھ/ ۹۶۵ء میں وہ شیراز (فارس) پہنچا اور سلطان عضد الدولہ (جو متنبی کا بہت قدر دان تھا) کی شان میں کئی قصائد لکھے جو بلا شبہ اس کے بہترین قصیدوں میں سے ہیں۔ اس کے بعد متنبی شیراز سے چلا گیا، گو واضح طور پر معلوم نہیں کہ اس نے شیراز کیوں چھوڑا؟ الواحدی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید وطن کی یاد نے اسے مجبور کیا ہو کہ وہ عضد الدولہ جیسے قدر دان کو بھی خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔[۱۳] بہر حال واپسی کے سفر میں ''دیر العاقول'' کے قریب کچھ لٹیروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں متنبی اپنے بیٹے سمیت مقتول ہوا۔[۱۴] یہ واقعہ رمضان ۳۵۴ھ بمطابق اگست ۹۵۵ء میں پیش آیا۔

متنبی کی زندگی میں ہی اس کے فن کا معترف قدر دانوں کا ایک بڑا حلقہ اس کے گرد جمع ہو گیا تھا لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جنہوں نے اس تنقیص میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔ متنبی کے مقام و مرتبے پر پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدی عیسوی میں نمایاں طور پر کام سامنے آیا اور اس کے کلام پر غور وفکر کا آغاز ہوا۔ متنبی کے کلام کی خوبیوں اور تسامحات کو بہت سے محققین نے موضوع بحث بنایا ہے۔ تاہم مداح اور نقاد دونوں اس کے کلام کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے۔ چنانچہ متنبی کے کلام کے محاسن بیان کرنے والوں نے اس کے کلام کے کمزور پہلوؤں میں بھی خوبیاں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ ناقدین نے اس کے کلام سے زیادہ اس کی شخصیت اور عقائد کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس بناء پر ضرورت تھی کہ مکمل طور پر غیر جانبدار رہتے ہوئے متنبی کے کلام کے محاسن اور نقائص کا جائزہ لیا جائے۔ یقیناً یہ بات درست ہے کہ متنبی کے کلام کو صرف قرون وسطیٰ میں ہی مقبولیت حاصل نہ تھی بلکہ اس کا دیوان قرون وسطیٰ سے اب تک ادب عربی کے ماہرین کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور اس کی شہادت یہ ہے کہ یورپی محققین سمیت بہت سی قد آور علمی شخصیات نے متنبی کے کلام کی تشریح وتوضیح کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔[۱۵]

متنبی کی شاعری کے محاسن اور خوبیاں

پہلے ہم متنبی کے کلام کے محاسن اور بدائع کا ذکر کریں گے۔ اس لیے کہ:

فَحُسنُ دُرَارِیِّ الْکَوَاکِبِ لَنْ تُرایٰ   طَوالِعَ فِیْ دَاجٍ مِنَ اللَّیلِ غَیہَبِ

''تاروں کی جگمگاہٹ اس وقت خوب دکھائی دیتی ہے۔ جب وہ اندھیری رات میں طلوع کریں۔''

(۱) تشبیب ونسیب

تشبیب ونسیب میں عام طور پر فرق نہیں کیا جاتا۔ تشبیب کے معنی کسی خاص محبوب (فرضی یا حقیقی) کو پیش نظر رکھ کر جذبات عشقیہ کا اظہار کرنا ہے شعرائے جاہلیت اور متقدمین عموماً اسی روش کے پابند تھے۔ نسیب عام جذبات عشقیہ کا اظہار ہے اور یہ متاخرین خصوصاً شعرائے ایران کا طرّہ امتیاز ہے۔ متنبی نے تشبیب ونسیب کی خاص رعایت ملحوظ رکھی ہے۔[۱۶] مثلاً

فَدَیْنَاکَ مِنْ رُبعٍ وَانْ زِدْتَنَا کَرْباً   فَاِنَّکَ کُنتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالغَرْبا

''اے خانۂ حبیب! ہم تجھ پر قربان جائیں کیونکہ کبھی تو محبوب کے لئے مشرق ومغرب تھا۔ اگر چہ تو نے (ایام وصال کو یاد دلا کر) ہمارے غم کو بڑھادیا۔''

اِذَا کَانَ مَدْحٌ فَالنَّسِیبُ الْمُقَدَّمُ   اَکُلُّ فَصِیحٍ قَالَ شِعْراً مُتَیَّمُ

''(حیرت ہے) جب کبھی مدح کرنا ہو تو پہلے تشبیب لاتے ہیں۔ کیا جو فصیح شخص شعر کہے وہ عاشق زار ہوتا ہے۔''

اَفَاضِلُ النَّاسِ اَغْرَاضٌ لِذَا الزَّمَنِ   یَخْلُوْ مِنَ الهَمِّ اَخْلاهُمْ مِنَ الفِطَنِ

''فضلاء تو اس زمانہ (سفلہ نواز) کا نشانہ ہوا کرتے ہیں۔ صرف وہی شخص بے غم ہے جو بے عقل ہو۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلْیَوْمَ عَھْدُکُمْ فَاَیْنَ الْمَوْعِدُ ھَیْھَاتَ لَیْسَ لِیَوْمِ عَھْدِکُمْ غَدُ

''آج تمہاری ملاقات کا دن ہے۔پھر دوسری ملاقات کب ہوگی؟(اس کی تردید کرتا ہوا کہتا ہے)افسوس اے دوستو! تمہاری ملاقات کے لئے کل ہی نہ ہوگی (کیونکہ میں کل سے پہلے ہی مرجاؤں گا)۔''

(۲)اظہار عشق

بدوی عورتوں سے اظہار معاشقہ اوران کے حسن کے متعلق متنبی کی روش نہایت دلربا اور پسندیدہ واقع ہوئی ہے۔مثلاً:

مَنِ الجَآذِرُ فِی ذِیِ اَلاَ عَارِیْبِ حُمْرا لحلَی وَا لمطَایَا وَ الْجَلاَبِیْبِ

''عربی لباس میں یہ گاوان دشتی کے بچے کون ہیں۔جن کے زیور اونٹنیاں اوراوڑھنیاں سب کے سب سرخ ہیں۔''

اِنْ کُنْتَ تَسْئَلُ شَکًّا فِیْ مَعَارِفِھَا فَمِنْ بَلاَکَ بِتَسْھِیْدٍ و تَعْذِیْبِ

''(خودکوخطاب کر کے کہتا ہے)اگر تجھے ان کی پہچان میں شک ہے تو پھر بتلا کہ تجھ کو بے خوابی اور عذاب میں کس نے مبتلا کر رکھا ہے۔''

کَمْ زَوْرَۃٍ لِیَ فِی الْاَعْرَابِ خَافِیَۃٍ اَدْھیٰ وَقَدْرَ قَدُوْا مِنْ زَوْرَۃَ الذِّیْبِ

''محبوبہ سے ملنے کے لئے اعراب میں جبکہ وہ سوتے تھے۔میرامخفی طور پر بھیڑیے کی چال سے بھی زیادہ ہوشیاری سے چلنا بہت دفعہ ہوا ہے۔''

اَزُوْرُھُمْ وَسَوَادُ اللَّیلِ یَشْفَعُ لِیْ وَانثنِیْ وَ بَیَاضُ الصُّبحِ یُغْرِیْ بِیْ

''میں معشوقوں کے پاس رات کو جاتا ہوں اور اس کی سیاہی میری مدد کرتی ہے اور وہاں سے ایسے وقت لوٹتا ہوں کہ صبح کی روشنی میری گرفتاری پر محافظین کو برانگیختہ کرتی ہے۔''

یہ شعر الفاظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے بہترین ہے۔یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کہ اس کے اول مصرع میں پانچ چیزیں لایا۔(۱)زیارت (۲)سیاہی (۳)لیل (۴)شفاعت (۵)لی۔جوشاعر کے فائدے کی ہیں۔پھر دوسرے مصرع میں پانچ چیزیں مخالف بالترتیب لایا۔(۱)انثنی (۲)بیاض (۳)صبح (۴)یغری (۵)بی۔جوشاعر کے نقصان کی ہیں اوراس عمل میں انسجام الفاظ اور بداعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مَا اَوْجُہُ الحَضَرِ الْمُسْتَحْسَنَاتُ بِہِ کَاَوْجُہِ الْبَدَوِیَاتِ الرَّعَابِیْبِ

''شہری حسینوں کے چہرے صحراء کے سفید اور گداز عورتوں کے چہروں کے برابر خوبصورت نہیں ہیں۔''

حُسْنُ الحَضَارَۃِ مَجْلُوْبٌ بِتَطْرِیَۃٍ وَفِیْ الْبَدَاوۃِ حُسْنٌ غَیْرُ مَجْلُوْبِ

''(کیونکہ)شہری عورتوں کا حسن تکلف کا مرہون منت ہے اور صحرانشین عورتوں کے حسن میں تکلف نہیں۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَفْدِیْ ظِبَاءَ فَلَاۃٍ مَا عَرَفْنَ بِھَا مَضْغَ الکَلَامِ وَلَا صِبْغَ الحَوَاجِیْبِ

''میں قربان جاؤں ان آہوان دشتی پر جنہوں نے چبا چبا کر بولنا اور ابروؤں کا رنگنا نہیں سیکھا۔''

متنبی کو اس باب میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ چنانچہ متعدد قصائد میں اس مضمون کو نہایت خوبی سے مختلف پیرایوں سے بیان کر گیا ہے۔

(۳) روانی وسلاست

درج ذیل پوری غزل میں متنبی کمال فن، جدت مضامین، روانی وسلاست، گھلاوٹ، شیرینی اور سوز وگداز کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ مثلاً:

قَدْ کَانَ یَمْنَعُنِیْ اَلْحَیَاءَ مِنَ الْبُکَا فَلَانَ یُمْنَعُہُ الْبُکَا اَنْ یَمْنَعَا
حَتّٰی کَانَ لِکُلِّ عَظْمٍ رَنَۃً فِیْ جِلْدِہٖ وَ لِکُلِّ عِرْقٍ مَدْمَعَا
سَفِرَتْ وَ بَرْتَعَھَا الْحَیَاءُ بِصُفْرَۃٍ سَتَرَتْ مَحَاسِنَھَا وَلَمْ تَکُ بُرقُعَا
فَکَاَنَّھَا وَالدَّمْعُ یَقطُرُ فَوْقَھَا ذَھَبٌ بِسِمْطَیْ لُؤلُؤٍ قَدْ رَصِعَا
کَشَفَتْ ثَلاثَ ذَوَائِبٍ مِنْ شَعْرِھَا فِیْ لَیْلَۃٍ فَاَرَتْ لَیَا لِیَ اَرْبَعَا
وَاسْتَقْبَلَتْ قَمَرَ السَّمَاءِ بِوَجْھِھَا فَاَرَتْنِیَ الْقَمَرَیْنِ فِیْ وَقْتٍ مَعَا

''بے شک پہلے حیا مجھے رونے سے روکتی تھی مگر آج میرا رونا حیا کو منع گریہ سے روکتا ہے (نہایت ہی جدید خیال ہے شدت گریہ کا یہ حال ہے) کہ ہر ہڈی کھال کے اندر رو رہی ہے اور ہر رگ آنسو بہا رہی ہے۔ اس نے چہرہ کھولا تو شرم وحیا نے اس پر زرد رنگ کا برقع ڈال دیا جس نے اس کے محاسن کو چھپا لیا اور درحقیقت اس وقت اس کے چہرہ پر برقع نہیں تھا۔ سو گویا وہ از روئے چہرہ جس پر قطرات اشک متواتر بہہ رہے تھے سونے کا واسطۃ العقد تھا جو دو موتیوں کی لڑی میں جڑ دیا گیا تھا۔ اس نے ایک رات اپنے بالوں کے تین گیسو (عقاص، مثنی، مرسل) کھول دیئے سو اس نے چار راتیں ایک ساتھ دکھلا دیں۔ اور محبوبہ نے اپنا روئے انور چاند کے سامنے کر دیا سو اس نے مجھ کو دو چاند بیک وقت اکٹھے دکھلا دیئے۔''

کَاَنَّ العِیْسَ کَانَتْ فَوْقَ جَفْنِیْ مُنَاخَاتٍ فَلَمَّا ثُرْنَ سَالَا

''گویا ان کی سانڈنیاں میرے پپوٹوں پر بیٹھی ہوئی تھیں (کہ آنسو رکے ہوئے تھے) جب وہ اٹھیں تو میرے آنسو جاری ہو گئے۔''

رونے کے بارے میں ایسا نفیس مضمون آج تک کسی نے نہیں باندھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بُبِسنَ الْوَشْیَ لَا مُتَجَمِّلَاتٍ وَلٰکِنْ کَیْ یُصُنَّ بِهِ الْجَمَالَا

''انہوں نے منقش کپڑے زینت کے لیے نہیں پہنے بلکہ اس لئے کہ ان کے حسن و جمال کی حفاظت ہو سکے۔''

وَضَفَّرْنَ الْغَدَائِرَ لَالِحُسْنٍ وَلٰکِنْ خِفْنَ فِی الشَّعَرِ الضَّلَالَا

''اور انہوں نے اپنی زلفوں کو حسن کے لئے نہیں گوندھا۔ بلکہ اس خوف سے کہ کہیں ان میں غائب ہو کر گم نہ ہو جائیں (گھنی زلفوں کی تعریف کر رہا ہے)۔''

اسی مضمون کو معمولی تغیر کے ساتھ ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

قافلے دل کے سرِ شام لٹے جاتے ہیں تیری زلفوں نے یہ اندھیر مچا رکھا ہے

(۴) تشبیہ بلا حروف تشبیہ

متاخرین شعراء نے تشبیہ کی ایک قسم ایسی بھی استنباط کی ہے جو حروف تشبیہ سے خالی ہوتی ہے۔ اس میں شعراء متاخرین خصوصاً شعرائے ایران نے کمال کے تمام مراحل طے کر لیے ہیں۔ نظیری نیشاپوری کہتا ہے:

بوی یار من ازیں سست وفا می آید گلم از دست بگرید کہ کار شدم

متنبی بھی اس بات میں کسی سے پیچھے نہیں۔ مثلاً:

بَدَتْ قَمْراً وَمَالَتْ غُصْنَ بَانٍ وَفَاحَتْ عَنْبراً وَرَنَتْ غَزَالَا

''وہ چاند کی طرح دکھائی دی اور شاخ بان کی طرح لچکی اور عنبر کی طرح مہکی اور اس نے آہو کی طرح دیکھا۔''

تَرْنُوا اِلَیَّ بِعَیْنِ الظَّبْیِ مُجْهِشَةً وَتَمْسَحُ الطَّلَّ فَوْقَ الْوَرْدِ بِالعَنَمِ

''محبوبہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر میری طرف چشم آہو سے دیکھتی ہے اور اپنے گلابی رخسار سے (آنسوؤں کی) شبنم کو حنابستہ انگلیوں سے صاف کرتی ہے۔''

قَمْراً تَریٰ وَ سَحَابَتَیْنِ بِمَوْضِعٍ مِنَ وَجْهِهِ وَ یَمِیْنِهِ وَ شِمَالِهِ

''تم اس کے چہرے پر اور دائیں بائیں ایک چاند اور دو بادل کے ٹکڑے دیکھو گے۔''

(۵) نازک خیالی

تشبیہ اور تمثیل میں جدت اور نازک خیالی متاخرین کا خصوصی جوہر ہے۔ اس بارے میں متاخرین نے وہ تمام مراحل طے کئے ہیں جو عقل انسانی کی انتہائی پرواز ہو سکتی تھی۔ کیا شعر ذیل سے بڑھ کر اس باب میں کچھ کہا جا سکتا ہے:

بنفشہ طرّۂ مفتول خود گرہ میزد صبا حکایت زلف تو درمیاں انداخت

اس باب میں متنبی کا رنگ ملاحظہ ہو:

کَاَنَّ رَقِیْبًا مِنْکَ سَدَّمَسَامِعِیْ عَنِ العَذْلِ حَتّٰی لَیَسَ یَدْخُلُهَا العَذْلُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كَاَنَّ سُهَادَ العَيْنِ يَعْشَقُ مُقْلَتِىْ فَبَيْنَهُمَا فِىْ كُلِّ هَجْرٍ لَنَا وَصْلُ

''گویا تیری طرف سے ایک محافظ نے میرے کان ملامت کے سننے سے بند کردیے ہیں پس اس میں ملامت کارگر نہیں ہوسکتی۔گویا بیداری میری آنکھ پر عاشق ہے سوان دونوں کو ہماری ہر شب فراق میں وصال نصیب ہوتا رہتا ہے۔''

كَرِيْمٌ نَفَضْتُ النَّاسَ لَمَّا رَاَيْتُهٗ كَاَنَّهُمْ مَاجَفَّ مِنْ زَادِ قَادِمٍ

وَكَادَ سُرُوْرِىْ لَا يَفِىْ بِنَدَامَتِىْ عَلٰى تَرْكِهٖ فِىْ عُمْرِىَ الْمُتَقَادِمِ

''وہ ایسا کریم ہے کہ جب میں اس سے ملاتو میں نے (اپنے دل سے) سب لوگوں (کے خیال) کو جھاڑ دیا۔گویا وہ لوگ سفر سے واپس آنے والے کا خشک توشہ ہیں (سفر سے واپس آنے کے بعد توشہ دان صاف کیا جاتا ہے)۔قریب تھا کہ میری خواہش اس ندامت کا جبر نقصان نہ کرسکے جو میری عمر گذشتہ میں ممدوح کے چھوڑ دینے پر مجھ کو لاحق ہوئی ہے۔''

یہ مضمون متنبی کی جدت طبع کا نتیجہ ہے اس سے پہلے کسی نے نہیں باندھا۔اس کی جدت اور نازک خیالی کا اور نمونہ ملاحظہ ہو:

رَضَوْابِکَ کَالرِّضَا بِالشَّيْبِ قَسْراً وَقَدْ وَخَطَ النَّوَاصِىَ وَالْفُرُوْعَا

''وہ تمہاری تابعداری پر باامر مجبوری راضی ہوئے جیسے ایک شخص بڑھاپے کے سامنے سپر انداز ہوجاتا ہے جب وہ پیشانی اور زلفوں میں نمودار ہو۔''

(۲) صرف ونحو کے مسائل

متنبی بعض اشعار میں مسائل صرف ونحو کو نہایت خوبی سے جماتا ہے اور حقیقی مطلب بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔مثلاً:

وَاِنَّمَا نَحْنُ فِىْ جَيْلٍ سَوَاسِيَةٍ شَرٍّ عَلَى الْحُرِّمِنْ سُقْمٍ عَلَى الْبَدَنِ

''ہم ایسے لوگوں میں پیدا ہوئے جو برائی میں سب برابر ہیں اور شریف کے حق میں مرض جسمانی سے زیادہ مضر ہیں۔''

حَوْلِىْ بِكُلِّ مَكَانٍ مِنْهُمْ خِلَقٌ تُخْطِىْ اِذَا جِئْتُ فِىْ اِسْتِفْهَامِهَا بِمَنِ

''ہر جگہ میرے گرد ایسی صورتیں رہتی ہیں کہ اگر تم ان کا استفہام لفظ مَن سے کروگے تو غلطی کروگے (کیونکہ وہ بہائم ہیں)۔''

لفظ ''من'' کے ذریعہ ذوالعقول سے سوال کیا جاتا ہے۔متنبی کہتا ہے کہ وہ لوگ بہائم ہیں۔لہٰذا ان کو ''من انتم'' سے خطاب کرنا غلط ہے بلکہ ''ماانتم'' کہہ کر ان کو مخاطب کرنا چاہیے۔[۱۷]

اَمْضىٰ اِرَادَتَهٗ فَسَوْفَ لَهٗ قَدْ وَاسْتَقْرَبَ الْاَقْصٰى فَثَمَّ لَهٗ هُنَا

''ممدوح ارادے کا پکا ہے۔پس لفظ سوف (جو حرف استقبال ہے) اس کے لئے قد کا کام دیتا ہے (جو تحقیق ماضی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے ہے) اور وہ دور کو بہت نزدیک سمجھتا ہے۔ پس کلمۂ ثم (جو اشارۂ بعید کے لئے ہے) اس کے لئے ھنا کے حکم میں ہے (جو اشارہ قریب کے لئے ہے)۔''

''سوف'' استقبال کے لئے آتا ہے اور ''قد'' تحقیق ماضی اور تقریب حال کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔[۱۸] شاعر کہتا ہے کہ ممدوح جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو گویا اپنی نیت سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔

اِذَا کَانَ مَا تَنْوِیْهِ فِعْلًا مُضَارِعاً مَضٰی قَبْلَ اَنْ تُلْقٰی عَلَیْهِ الْجَوَازِمُ

''جب تو کسی فعل مستقبل کے کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ حروف جازمہ کے داخل ہونے سے پہلے ماضی بن جاتا ہے۔''

یعنی ملامت گر کے ''لاتعط'' اور حاسد کے ''لم یفعل'' کہنے کا موقع ہی نہیں آنے پاتا۔[۱۹] نیز شعر میں تلمیح ہے کہ مضارع کو حروف جازمہ، ماضی منفی بنا دیتے ہیں۔

وَ کَانَ اَبْنَا عَدُوٍّ کَاثَرَاهُ لَهٗ یَائَیْ حُرُوْفِ اُنَیْسِیَانِ

''اور تیرے دشمن کے دو بیٹے جو اس مجمع کی تعداد بڑھاتے ہیں تو وہ درحقیقت اس کے معنی کو لفظ انیسیاں کے دو یاؤں کی طرح کم کرتے ہیں۔''

''انیسیاں'' انسان کا مصغر ہے جس کے حروف پانچ ہیں۔ جب لفظ انسان کی تصغیر بنائی ہو تو اس میں دو یاء بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے حروف کی گنتی بڑھ جاتی ہے اور معنی گھٹ جاتے ہیں۔ پس اسی طرح دشمن کے دو بیٹوں نے اگرچہ ان کی مردم شماری کو بڑھایا۔ مگر درحقیقت اپنی نالائقی اور ناتجربہ کاری سے اپنے باپ کی کمزوری کا سبب ہوئے۔[۲۰]

(۷) مدح موجہ

اس کو علمائے بدیع ''استتباع المدح بالمدح'' کہتے ہیں یعنی ممدوح کی مدح اس طرح کرنا کہ مدح سے دوسری مدح سمجھی جائے۔ متنبی کا شعر مذکور ذیل تو اس باب میں کچھ ایسے مبارک وقت پر کہا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی کتاب فن بدیع کی ایسی ہو جس میں یہ شعر تمثیلاً نہ آیا ہو:

نَهَبْتَ مِنَ الْاَعْمَارِ مَا لَوْ حَوَیْتَهٗ لَهُنِئَتِ الدُّنْیَا بِاَنَّکَ خَالِدٗ

''تو نے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی اتنی عمریں لوٹیں ہیں کہ اگر تو ان کو جمع کر لیتا تو دنیا کو تیری ہمیشگی کی مبارک باد دی جاتی۔''

یہ شعر مدح میں بجائے قصیدہ بلکہ بمنزلہ ایک دیوان کے ہے۔ اس میں بوجوہ کثیر مدح ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ عمروں کو لوٹتا ہے نہ اموال کو۔ دوسرے یہ کہ اس نے اس قدر دشمن قتل کیے ہیں کہ اگر وہ ان کی عمروں کا وارث ہو جاتا تو دنیا میں ہمیشہ رہتا۔ تیسری یہ کہ اس کا دنیا میں ہمیشہ رہنا باعث صلاح اہل دنیا ہے۔ ورنہ مبارکباد دینے کا کیا موقع تھا۔ چوتھے یہ کہ وہ دشمنوں کے قتل میں ظالم نہیں ہے کیونکہ وہ ان کے قتل سے صلاح دنیا و اہل دنیا کا قصد کرتا ہے اور لوگ اس کے ہمیشہ رہنے سے خوش ہیں۔ اس لئے ''لهنئت الدنیا'' کہا۔[۲۱] حقیقت یہ ہے کہ اگر سیف الدولہ کی مدح میں متنبی اس شعر کے سوا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ نہ کہتا تو اس کے دوام یادگار کے لئے کافی تھا۔

(۸) تصرفات لفظی

سیف الدولہ کے لقب ''سیف'' میں مختلف تصرفات کر کے متنبی نے اپنی قادر الکلامی اور جدت طرازی پر مہر لگا دی ہے۔ مثلاً:

لَقَدْ رَفَعَ اللّٰہُ مِنْ دَوْلَۃٍ　　لَھَا مِنکَ یَا سَیفَھَا مُنْصَلُ

''اے سیف الدولہ جس کے لئے تو شمشیر بران ہے۔ بے شک خدا نے اس دولت کو بلند کر دیا۔''

تُھَابُ سُیُوفُ الْھِنْدِ وَ ھِیَ حَدَائِدٌ　　فَکَیْفَ اِذَا کَانَتْ نِزَارِیَۃً عُرْباً

''ہندی تلواروں سے لوگ ڈرتے ہیں حالانکہ وہ لوہے کی بنی ہوئی ہیں پس کیا حال ہوگا اس تلوار کا جو نزاری اور عربی ہو۔''

(۹) ابداع اور جدت طرازی

اس کے علاوہ سیف الدولہ کے بقیہ مدائح میں بھی ابداع اور جدت طرازی سے کام لیا، مثلاً:

مَلِکٌ سِنَانُ قَنَاتِہٖ وَ بَنَانُہٗ　　یَتَبَارَیَانِ دَماً وَ عُرْفاً سَاکِبَا

یَسْتَصْغِرُ الخَطْرَ الْکَبِیْرَ لِوَفْدِہٖ　　وَیَظُنُّ دَجْلَۃَ لَیسَ تَکْفِی شَارِباً

کَالْبَدْرِ مِنْ حَیْثُ الْتَفَتَّ رَاَیْتَہٗ　　یُھْدِیْ اِلٰی عَیْنَیْکَ نُوْراً ثَاقِباً

کَالشَّمْسِ فِیْ کَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْءُھَا　　یَغْشَی الْبِلَادَ مَشَارِقاً وَ مَغَارِباً

''وہ ایسا شہنشاہ ہے جس کے نیزوں کے بھالے خون ریزی میں اور پوریاں احسان جاری میں ایک دوسرے سے بڑھتی ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی قیمتی چیز کو بھی سائل کے لئے کم سمجھتا ہے اور اس کا گمان ہے کہ نہر دجلہ بایں فراوانی بھی ایک پینے والے کے لئے کافی نہیں (بلکہ زیادہ کی ضرورت ہے)۔ وہ چوکور چاند کی مانند ہے۔ جہاں سے بھی تو اس کی طرف متوجہ ہوگا وہ تیری آ کھوں کو چمکتا ہوا نور بخشے گا۔ وہ آفتاب کی مانند ہے کہ ہے تو وسط آسمان میں مگر اس کی روشنی ممالک مشرقی اور مغربی پر پڑتی ہے۔''

تَمْشِی الْکِرَامُ عَلٰی آثَارِ غَیْرِھِمِ　　وَاَنْتَ تَخْلُقُ مَا تَاتِیْ وَ تَبْتَدِعُ

مَنْ کَانَ فَوْقَ مَحَلِّ الشَّمْسِ مَوْضِعُہٗ　　فَلَیْسَ یَرْفَعُہٗ شَیْءٌ وَلَا یَضَعُ

''دوسرے بڑے لوگ تو اوروں کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کے موجد اور مبدع خود ہی ہو۔ جس کا رتبہ آفتاب سے بھی اونچا ہو اس کو کوئی چیز گھٹا بڑھا نہیں سکتی۔''

(۱۰) انداز تخاطب

متنبی اپنے ممدوح سے اس طرح خطاب کرتا ہے جیسے کوئی اپنے ہمسر رفیق سے خطاب کرے۔ پھر اس میں خاص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوبی اور جدت کو ملحوظ رکھتا ہے۔ متنبی پہلا شاعر ہے جس نے اس میدان میں جولانیاں دکھائی ہیں متنبی اپنی شرافت نفسی اور حریت منشی کے باعث عام شعراء سے بلند رہ کر امراء اور سلاطین کے طبقہ میں اپنے آپ کو شمار کرتا ہے۔(۲۲) یہی وہ راز خودی ہے جو متاخرین شعراء میں نام کو بھی نہیں ملتا۔ متنبی میں عربی رگ کے آثار موجود تھے۔ اس لئے وہ امراء اور سلاطین کی مدحیات میں اپنا فخریہ بھی بلاتحاشا کہتا جاتا ہے۔ مثلاً ایک قصیدہ میں کافور کو خطاب کرتا ہے:

وَمَا اَنَا بِالبَاغِیْ عَلَی الْحُبِّ رِشْوَۃً ضَعِیفُ لَھُوًی یُبغٰی عَلَیہِ ثَوَابُ
وَمَا شِئْتُ اِلَّا اَنْ اُذِلَّ عَوَازِلِیْ عَلٰی اَنَّ رَایِیْ فِیْ ھَوَاکَ صَوَابُ
وَاُعْلِمُ قَوْماً خَالَفُوْنِیْ فَتَسَرَّقُوْا وَ غَرَّبْتُ اَنِّیْ قَدْ ظَفَرْتُ وَخَابُوْا
اِذَا نِلْتُ مِنْکَ الْوُدُّ فَالْمَالُ ھَیِّنٌ وَکُل الَّذِیْ فَوْقَ التُّرَابِ تُرَابُ

''اور میں محبت کے بدلے رشوت نہیں مانگتا کیونکہ جس محبت کا بدلہ طلب کیا جائے وہ ضعیف ہوتی ہے۔ میرا مقصد تو صرف ملامت کرنے والوں کو ذلیل کر کے بتلانا ہے کہ تیری محبت کے بارے میں میری رائے صائب تھی۔ اور تاکہ ان لوگوں کو جو میری مخالفت کر کے مشرق کی طرف گئے اور میں مغرب کی طرف آیا۔ یہ بتلادوں کہ میں بے شک کامیاب ہوں اور وہ ناکامیاب۔ جب تیری محبت مجھ کو حاصل ہو جائے تو مال کی کوئی حقیقت نہیں اور روئے زمین پر جو چیز ہے وہ (بالآخر) مٹی (ہونے والی) ہے۔''

استاد ابن العمید کی مدح میں کہتا ہے:

تَفَضَّلَتُ الْاَیَّامُ بِالْجَمْعِ بَیْنَنَا فَلَمَّا حَمِدْنَا لَمْ تُدِمْنَا عَلَی الْحَمْدِ
فَجُدْلِیْ بِقَلْبٍ اِنْ رَحَلْتُ فَاِنَّنِیْ مُخَلِّفُ قَلْبِیْ عِنْدَ مِنْ فَضْلُہُ عِنْدِیْ

''زمانہ نے ہم دونوں کو ملا دینے میں ابتداء میں احسان کیا۔ سو جب ہم نے اس کا شکر ادا کیا تو اس نے ہمیں اداء شکر پر باقی نہیں رکھا (بلکہ جدا کیا)۔ سو اگر میں چل پڑوں، تو تُو اپنا دل مجھے بخش دے کیونکہ میں اپنے دل کو اس شخص کے پاس چھوڑ چلا ہوں جس کا عطیہ میرے پاس ہے۔''

پہلے شعر میں جمع کی تین ضمیریں لایا ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ جیسا میں ابن العمید کا مشتاق تھا ویسا ہی وہ بھی میری دید کا طالب تھا۔

اِنْ کَانَ یَجْمَعُنَا حُبٌّ لِغُرَّتِہٖ فَلَیتَ اِنَّا بِقَدْرِ الحُبِّ نَقْتَسِمُ
یَا اَعْدَلَ النَّاسِ اِلَّا فِیْ مُعَامَلَتِیْ فِیْکَ الْخِصَامُ وَ اَنْتَ الْخَصْمُ والحَکَمُ
یَامَنْ یَعِزُّ عَلَیْنَا اَنْ نُفَارِقَھُمْ وِجْدَانُنَا کُلَّ شَئیٍ بَعْدَکُمْ عَدَمُ
مَا کَانَ اَخْلَقَنَا مِنْکُمْ بِتَکْرِمَۃٍ لَوْ اَنَّ اَمْرَکُمْ مِنْ اَمْرِنَا اَمَمُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَرَی النَّوٰی تَقۡتَضِیۡنِیۡ کُلَّ مَرۡحَلَۃٍ　　لَا تَسۡتَقِلُّ بِھَا الۡوَخَادَۃُ الرُّسُمُ

''اگر چہ ہم سب اس کے چہرہ کی محبت میں مشترک ہیں کاش ہم بقدر محبت اس کے انعام واحسان کو بھی آپس میں تقسیم کیا کریں۔اے میرے معاملہ کے سوا تمام لوگوں کے لئے بڑھ کر عادل تجھی میں میرا جھگڑا اور تجھی سے جھگڑا ہے اور تو ہی حکم ہے۔اے وہ شخص جس کی جدائی ہمیں شاق گذرتی ہے اور تم سے الگ ہونے کے بعد ہمیں ہر چیز کا ملنا ہیچ ہے۔ہم کس قدر تمہاری عزت کے مستحق ہوتے اگر تم بھی ہم سے ایسی محبت کرتے جیسی کہ ہم تم سے کرتے ہیں۔میں دیکھتا ہوں کہ فراق مجھے ایسی منزل قطع کرنے پر مجبور کرتا ہے جس کو تیز رو ساانڈنیاں بھی نہیں طے کر سکتیں۔''

(۱۱)حسن تصرف

غزل کے الفاظ کو قصائد میں کھپانا متنبی کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں نہایت حذاقت سے اس نے حسن تصرف کیا ہے۔مثلاً:

اَعۡلَی الۡمُمَالِکِ مَا یُبۡنِی عَلَی الاَسَلِ　　وَالطَّعۡنُ عِنۡدَ مُحِبِّھِنَّ کَالۡقُبَلِ

''بہترین سلطنت وہ ہے جس کی بنیاد نیزوں پر قائم ہو اور اس کے عاشقوں (حکمرانوں) کے نزدیک نیزہ زنی بوسہ بازی کی طرح محبوب ہو۔''

شُجَاعٌ کَاَنَّ الۡحَرۡبَ عَاشِقَۃٌ لَہٗ　　اِذَا زَارَھَا فَدَتۡہُ بِالۡخَیۡلِ وَالرَّجۡلِ

''وہ ایسا بہادر ہے گویا لڑائی اس پر عاشق ہے جب وہ اس سے ملتا ہے تو لڑائی دشمن کے سوار و پیادے اس پر قربان کر دیتی ہے۔''

تَعَوَّدَ اَنۡ لَا تَقۡضِمَ الۡحَبَّ خَیۡلُہٗ　　اِذَا الۡھَامُ لَمۡ تَرۡفَعۡ جُنُوۡبَ الۡعَلَائِقِ

''اس کے گھوڑوں کی عادت ہے کہ وہ دانہ نہیں کھاتے جب تک کہ دشمنوں کی کھوپڑیاں ان کے توبروں کے پہلوؤں کو اونچا نہ کر دیں۔''

گھوڑے کی عادت ہے کہ جب اس کو توبرہ چڑھایا جاتا ہے تو وہ اونچی جگہ تلاش کر کے اس کا سہارا دے کر دانہ کھاتا ہے۔

(۱۲)سیاقتہ الاعداد

چند چیزوں کو ایک سیاق پر کلام میں ذکر کرنا ''سیاقتہ الاعداد'' کہلاتا ہے۔مثلاً نظامیؒ کا یہ قول:

غم و شادی بکار و بیم و امید　　شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

سیاقتہ الاعداد میں متنبی نے جس خوبی سے اپنی مہارت فن کا ثبوت دیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَا یَستَحیِ اَحَدٌ یُقَالُ لَه نَضَلُوکَ آل بَوَیْهِ اَوْ فَضَلُوْا

''وہ شخص شرمندہ نہیں ہوتا جس کو کہا جائے کہ آل بو یہ تیراندازی میں تم پر غالب رہے (کیونکہ ان کا غلبہ مسلم ہے)۔''

اسی مضمون کو بحتری نے یوں بیان کیا ہے:

طُلُبَاثَالِثاًسِوَایَ فَاِنّیِ رَابِعُ الْعِیسِ والدُّجیٰ وَالْبِیدِ

''تم دونوں میرے علاوہ کسی اور کو ساتھی بنالو کیونکہ میں سانڈنیوں اور اندھیریوں اور صحراؤں کا چوتھا (ساتھی) ہوں۔''

اگر چہ بحتری کے الفاظ تو بے شک عمدہ ہیں مگر جو چیز متنبی کے شعر میں جمع ہوئی ہے وہ اس میں بالکل نہیں۔

وَلٰکِنَّ بِالفُسطَاطِ بَحراً اَزَرْتُهُ حَیَاتیِ وَ نُصحِیِ وَالْهَوَیٰ وَالقَوَافِیَا

اَمَیْنًا وَاِخلَافاً وَ غَدْراً وَ خِسَةً وَ جُبْناً اَشَخْصًا لُحتَ لِیِ اَمْ مَخَازِیَا

''لیکن فسطاط میں ایک دریائے فیاض ہے جس سے ملنے کے لئے میں اپنی زندگی اور خیر خواہی اور محبت اور اشعار مدحیہ لے آیا۔ کیا تو جھوٹا، وعدہ خلاف، عہد شکن، خسیس، بزدل ہے۔ کیا تو آدمی ہے یا مجسم رسوائی جو مجھے دکھائی دیا۔''

(۱۳) ضرب الامثال کا استعمال

سعدی کی طرح متنبی کا دیوان بھی بے شمار ضرب امثال پر مشتمل ہے۔ مثلاً:

مَصَائِبُ قَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ فَوَائِدُ

''ایک قوم کی مصیبت دوسرے کے لئے منفعت بخش ہوتی ہے۔''

وَمَنْ قَصَدَ الْبَحرَ اسْتَقَلَّ السَّوَاقِیَا

''جس نے دریا کا قصد کیا وہ نہروں کو بہت ہی معمولی سمجھتا ہے۔''

خَیْرُ جَلِیْسٍ فِیْ الزَّمَانِ کِتَابٌ

''بہترین ساتھی زمانے میں کتاب ہے۔''

بِجَبْهَةِ الْعِیرِ یُفْدٰی حَافِرُ الفَرَسِ

''گدھے کی پیشانی گھوڑے کے سم پر قربان کردی جاتی ہے۔''

وَالجُوْعُ یُرْضِی الأُسُوْدَ بِالْجِیَفِ

''بھوک شیر کو بھی مُردار خوری پر رضامند کردیتی ہے۔''

وَیَستَصْحِبُ الْاِنْسَانُ مَنْ لَا یُلَائِمُهُ

''کبھی انسان غیر موافق سے گذارا کرتا ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَفِیْ عُنُقِ الْحَسْنَاءِ یُسْتَحْسَنُ الْعِقْدُ

''حسینوں کے گلے میں ہار اچھا معلوم ہوتا ہے۔''

اَنَا الْغَرِیْقُ فَمَا خَوْفِی مِنَ الْبَلَلِ

''میں ڈوبا ہوا ہوں پھر بھیگنے کا مجھے کیا ڈر۔''

اِنَّ الْقَلِیْلَ مِنَ الحَبِیْبِ کَثِیْرٌ

''دوست کے ہاتھ کی تھوڑی چیز بھی بہت ہے۔''

کبھی ایک شعر کے دو مصرعوں میں الگ الگ دو مثالیں کہہ جاتا ہے، مثلا:

مَنْ یَهُنْ یَسْهَلِ الْهَوَانُ عَلَیهِ   مَالِجُرْحٍ بِمَیِّتٍ اِیْلَامُ

''ذلیل کے لئے ذلت کی برداشت بہت آسان ہے کیونکہ مردے کو زخم سے درد نہیں محسوس ہوتا۔''

وَاَتْعَبُ مَنْ نَاوَاکَ مَنْ لَا تُجِیْبُهُ   وَاَغْیَظُ مَنْ عَادَاکَ مَنْ لَا تُشَاکِلُ

''سب سے زیادہ درماندہ وہ شخص ہے جس کو تو جواب نہ دے اور تیرے دشمنوں میں جو شخص تیرا ہم پلہ نہیں وہ سب سے زیادہ خشم ناک ہوگا۔''

زمانہ کی شکایت اور لوگوں کی سردمہری بیان کرتے وقت متنبی لطیف اور بلیغ ضرب الامثال سے کام لیتا ہے۔ مثلا:

وَمَا الجَمْعُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالنَّارِ فِی یَدِیْ   بِاَصْعَبَ مِنْ اَنْ اَجْمَعَ الْجَدَّ وَالْفَهْمَا

''پانی اور آگ کا باہم ملانا میرے نزدیک قسمت اور عقل کے جمع کردینے سے زیادہ آسان ہے (یعنی اہل ثروت عموماً بے وقوف ہوتے ہیں)۔''

یُخْفِیْ الْعَدَاوَةَ وَهِیَ غَیْرُ خَفِیَّةٍ   نَظَرُ الْعُدُوِّ بِمَا اَسَرَّ یَبُوْحُ

''دشمن عداوت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ نہیں چھپتی کیونکہ دشمن کی آنکھیں اس پوشیدہ راز کو فاش کرتی رہتی ہیں۔''

وَمِنْ نِکَدِ الدُّنْیَا عَلَی الحُرِّ اَنْ یَرٰی   عَدُوّاً لَهُ مَا مِنْ صَدَاقَتِهِ بُدٌّ

''شریف کے لئے دنیا کی یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ وہ اپنے دشمن کی دوستی پر مجبور ہو جائے۔''

متنبی سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا تمہیں اپنے پورے دیوان میں کونسا شعر زیادہ پسند ہے تو اس نے شعر مذکور کا حوالہ دیا۔(۲۳) ممکن ہے کہ متنبی کا یہ انتخاب وقتی جذبے کے ماتحت ہو۔ مگر شعر کی خوبی اور لطافت میں شبہ نہیں۔

وَاِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ   فَهِیَ الشَّهَادَةُ لِیْ بِاَنِّی کَامِلُ

''جب کسی ناقص آدمی کی طرف سے تم تک میری مذمت پہنچے تو بس یہی میرے کامل ہونے کی شہادت ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَقْرُ الْجَهُوْلِ بِلَا قَلْبٍ اِلٰى اَدَبٍ　　فَقْرُ الْحِمَارِ بِلَا رَأْسٍ اِلٰى رَسَنٍ

''جاہل بےعقل کی احتیاج علم کی طرف ایسی ہے جیسے بے سر گدھے (مردہ) کی حاجت رسی کی طرف (یعنی وہ مردہ گدھا رسی کا محتاج اور نہ بے وقوف جاہل علم کا محتاج)۔''

وَلَقَد رَأَيْتُ الْحَادِثَاتِ فَلَا اَرىٰ　　يَقَقاً يمِيتُ وَلَا سَوَاداً يُعْصِمُ

وَالْهَمُّ يَخْتَرِمُ الْجَسِيْمَ نَحَافَةً　　وَيُشِيبُ نَاصِيَةَ الصَّبِيِّ وَيُهْرِمُ

''بے شک میں نے حادثات زمانہ کو دیکھا ہے سو میں یہ نہیں خیال کرتا کہ سفید بال مار دیتے ہیں۔ یا کالے بال کسی کو مر جانے سے بچاتے ہیں (بلکہ بسا اوقات جوان مر جاتے ہیں اور بوڑھے زندہ رہتے ہیں) اور غم جسیم آدمی کو لاغر کر دیتا ہے اور چھوٹے بچے کے پیشانی کے بالوں کو سفید کر کے اس کو بوڑھا کر دیتا ہے۔''

اِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُوْنُهُ　　وَصَدَّقَ مَا يَعْتَادُهُ مِنْ تَوَهُّمِ

''جب آدمی کے افعال برے ہوتے ہیں تو اس کے گمان بھی برے ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں توہمات کو سچ سمجھنے لگتا ہے۔''

(۱۴) مرثیہ نگاری کی خوبی

مرثیہ اور تعزیت جیسے مضامین میں بھی متنبی جدت اور بداعت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ مثلاً فاتک کے مرثیہ میں کہتا ہے:

عَدِمْتُهُ وَكَاَنَّنِيْ سِرْتُ اَطْلُبُهُ　　فَمَا تَزِيْدُ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْعَدَمِ

مَنْ لَا يُشَابِهُهُ اَلاَ حَيَاءُ فِيْ شِيَمٍ　　اَمْسٰى يُشَابِهُهُ الاَمْوَاتُ فِي الرِّمَمِ

''میں نے اس کو گم کیا اب جو دنیا میں پھر رہا ہوں گویا اس کو ڈھونڈتا ہوں مگر دنیا اس کے نہ ہونے کے سوا مجھ کو کچھ پتا نہیں دیتی (کیونکہ اس کی مانند کوئی نہیں)۔ (فاتک) وہ شخص تھا کہ زندوں میں کوئی شخص اخلاق میں اس کی ہمسری نہیں کر سکتا مگر افسوس کہ (مرنے کے بعد) مردے اس سے بوسیدہ ہڈیوں میں مشابہ ہو گئے۔''

وَقَدْ فَارَقَ النَّاسُ الْاَحِبَّةَ قَبْلَنَا　　وَاَعْيَادَ وَاءُ الْمَوْتِ كُلَّ طَبِيْبٍ

سُبِقْنَا اِلَى الدُّنْيَا فَلَوْ عَاشَ اَهْلُهَا　　مُنِعْنَا بِهَا مِنْ جَيْئَةٍ وَ ذُهُوْبٍ

مَا كُنْتُ اَحْسِبُ قَبْلَ دَفْنِكَ فِي الثَّرىٰ　　اَنَّ الْكَوَاكِبَ فِي التُّرَابِ تَغُوْرُ

''ہم سب سے پہلے بھی لوگ اپنے دوستوں سے جدا ہوئے ہیں اور موت کی دوا نے تمام اطباء کو عاجز کر دیا ہے۔ ہم دنیا میں بعد کو آئے سو اگر پہلے لوگ زندہ رہتے تو ہم (بوجہ عدم گنجائش) چلنے پھرنے سے بھی روک دیے جاتے۔ میں تیرے مٹی میں دفن ہونے سے پہلے یہ نہیں سمجھتا تھا کہ تارے (بھی) مٹی میں ڈوبتے ہیں۔''

سیف الدولہ کے شیرخوار بچے کے مرثیہ میں کہتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاِنْ نَکُ فِیْ قَبْرٍ فَاِنَّکَ فِیْ الحَشَا　　وَاِنْ تَکُ طِفْلًا فَالْاَسٰی لَیْسَ بِالطِّفْلِ
وَمِثْلُکَ لَایُبْکٰی عَلٰی قَدْرِ سِنِّهِ　　وَلٰکِنْ عَلٰی قَدْرِ الْمَخِیْلَةِ وَالْفَضْلِ
وَمَا الْمَوْتُ اِلَّا سَارِقٌ دَقَّ شَخْصُهٗ　　یَصُوْلُ بِلَا کَفٍّ وَ یَسْعٰی بِلَا رِجْلٍ

''سواگر چہ تو قبر میں ہے مگر تو ہمارے دل میں بھی ہے اور اگر چہ تو چھوٹا ہے مگر تیرا غم چھوٹا نہیں۔ اور تجھ جیسے پر اس کی عمر کے مطابق رویا نہیں جاتا بلکہ بقدر فراست اور بزرگی کے رویا جاتا ہے۔ موت ایک لطیف بدن والا چور ہے جو بغیر ہاتھ کے حملہ کرتا اور بغیر پاؤں کے چلتا ہے اور اس لئے اس سے بچنا محال ہے۔''

نَحْنُ بَنُو الْمَوْتٰی فَمَا بَالُنَا　　نَعَافُ مَا لَا بُدَّ مِنْ شُرْبِهٖ
تَبْخَلُ اَیْدِیْنَا بِاَرْوَاحِنَا　　عَلٰی زَمَانٍ هُنَّ مِنْ کَسْبِهٖ
فَهٰذِهِ الْاَرْوَاحُ مِنْ جَوِّهٖ　　وَهٰذِهِ الْاَجْسَامُ مِنْ تُرْبِهٖ
لَو فَکَّرَ العَاشِقُ فِیْ مُنْتَهٰی　　حُسْنِ الَّذِیْ یَسْبِیْهِ لَمْ یَسْبِهٖ
لَمْ یُرَ قَرْنُ الشَّمْسِ فِیْ شَرْقِهٖ　　فَشَکَّتِ الْاَنْفُسُ فِیْ غَرْبِهٖ

''ہم سب مردوں کی اولاد ہیں پس کیا وجہ ہے کہ ہم اس چیز کو ناپسند جانتے ہیں جس کا پینا ضروری ہے۔ ہمارے ہاتھ ان ارواح کو جو زمانہ کی پیدا کی ہوئی ہیں زمانہ کے سپرد کر دینے میں بخل کرتے ہیں۔ سو یہ ارواح فضائی زمانہ سے آئی ہوئی ہیں اور یہ اجسام اسی کی خاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ سو اگر عاشق اس معشوق کے حسن کے انجام میں غور کر لے جس نے اسے قید کر رکھا ہے تو ہر گز قید نہ ہوتا۔ آفتاب کا کنارہ مشرق سے طلوع ہوتے ہوئے جب کبھی دیکھا گیا تو کسی کو اس کے غروب میں شبہ نہیں ہوا۔''

(۱۵) ہجو گوئی

مضامین شعر کو علماء نے چار قسموں میں منحصر مانا ہے۔ (۱) نسیب (یا عشقیہ) (۲) فخریہ (۳) مدحیہ (۴) ہجو یہ۔ ہجو گوئی کوئی مناسب عمل نہیں لیکن عرب شاعری میں اس صنف پر قدرت نہ ہونا عیب تصور ہوتا تھا۔ شعراء میں بہت کم ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا چاروں میدانوں کو فتح کیا۔ اور تو اور شعرائے عربی کے آفتاب و ماہتاب جریر و فرزوق کو لیجئے۔ جریر افتاد طبع کے رو سے فخریہ نہیں کہہ سکتا اور فرزدق کے متعلق جاحظ تک کو سخت تعجب ہے کہ وہ رند ہو کر نسیب اچھی نہیں کہہ سکتا جبکہ جریر خشک ملا ہو کر غزل خوب کہتا ہے۔ ہجو گوئی میں بھی متنبی درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کی ہجو نہایت سخت دل دوز اور اضطراب بخش ہوتی ہے۔ مثلاً ضبہ نامی ایک شخص کی ہجو میں کہتا ہے:

اِنْ اَوحَشَتْکَ الْمَعَالِیْ　　فَاِنَّهَا دَارُ غُرْبَةٍ
اَوْ اٰنَسَتْکَ الْمَخَازِیْ　　فَاِنَّهَا لَکَ نِسْبَةٌ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اگر بزرگی کے کارنامے تجھے وحشت میں ڈالیں (تو کیا تعجب ہے) کیونکہ وہ تیرے لئے بمنزلہ دارغربت کے ہیں۔

اوراگر تو رسوائی کے کاموں سے مانوس ہے (تو کوئی حیرت نہیں) کیونکہ وہ تیرے ہم نسب ہیں۔''

متنبی کا یہ ہجو یہ قصیدہ اتنا فحش ہے کہ اس کے دیگر اشعار کی نسبت یہ دو شعر مدحیہ معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ خود متنبی کو بھی بعد میں ان اشعار کا سننا سنانا گوارا نہیں تھا۔ (۲۴) حالانکہ اس بے چارے کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے متنبی کی خاطر خواہ مہمان نوازی نہیں کی تھی اور بال آخر یہی قصیدہ متنبی کا جان لیوا ثابت ہوا۔ کافور کی ہجو میں کہتا ہے:

اَلْعَبْدُ لَیسَ لِحرٍ صَالِحٍ بِاَخٍ لَوْ اَنَّهُ فِيْ ثِیَابِ الْحُرِ مَوْلُوْدُ

''غلام کسی آزاد آدمی کا بھائی نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ آزاد آدمی کے کپڑوں میں پیدا ہو۔''

لَقَدْ کُنْتُ اَحْسِبُ قَبْلُ الْخَصِیِّ اَنَ الرُّؤُسَ مَقَرُ النُّهٰی

فَلَمَا اَنْتَهَیْنَا اِلٰی عَقْلِهِ رَأَیْتُ النُّهٰی کُلَّهَا فِی الْخُصٰی

''میں اس خواجہ سرا کو دیکھنے سے پہلے سمجھتا تھا کہ عقل کا ٹھکانہ سر ہے۔ سو جب میں نے اس کی عقل کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ساری عقل خصیوں میں رہتی ہے (جب اس کے خصیے کاٹ ڈالے گئے تو عقل بھی جاتی رہی)۔''

متنبی جب سیف الدولہ سے ناراض ہو کر چلا تو کافور نے بہت سے خوش آئندہ وعدے کر کے اور حکومت دلانے کا سبز باغ دکھا کر اس کو مصر بلوایا۔ مگر متنبی کی ذہانت اور بہادری دیکھ کر اسے خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اس کو مصر کے کسی علاقے کا حاکم مقرر کر دوں تو بعید نہیں کہ کل کو خود مختاری کا دعویٰ کر دے۔ چنانچہ جب کافور کے بعض مصاحبین نے اس کو وعدہ یاد دلایا تو اس نے جواب میں کہا کہ لوگو جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی بن بیٹھا اس پر میں کیونکر اعتماد کر سکتا ہوں کہ کل کو موقع پا کر وہ میرے ساتھ حکومت میں شرکت کا مدعی نہیں ہوگا۔ (۲۵) متنبی ناراض ہو کر مصر سے چلا آیا اور کافور کی متعدد ہجویں کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔ اس کے ہجویات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کافور ایک نکما اور بے وقوف شخص تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک مجسمے اور بت سے زیادہ نہیں تھی۔ حالانکہ جب ہم کافور کی سوانح دیکھتے ہیں تو وہ ایک نہایت مدبر، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور دانش مند شخص گذرا ہے۔ بہر کیف اسحق بن ابراہیم عور بن کیغلغ کی ہجو میں کہتا ہے:

وَتَرَاهُ اَصْغَرَ مَا تَرَاهُ نَاطِقًا وَیَکُوْنُ اَکْذَبَ مَا یَکُوْنُ وَ یَقْسِمُ

وَاِذَا اَشَادُ مُکَلِّمًا ذَکَاَنَّهُ قَرْدُ یُقَهْقِهُ اَوْعَجُوْزُ نَلْطَمُ

یَقْلِی مُفَارَقَةَ الْاَکُفِ قَذَالَهُ حَتّٰی یَکَارَ عَلَی یَدٍ یَتْعَمَمُ

''اور جب تو اسے بولتا ہوا دیکھے تو وہ تجھے نہایت حقیر معلوم ہوگا اور سب سے زیادہ جھوٹا جب ہوگا جب قسم کھائے گا۔

اور جب وہ بولتے وقت اشارہ کرتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بندر ہنس رہا ہے یا بڑھیا منہ پیٹتی ہے۔ وہ اپنی کھوپڑی سے ہتھیلیوں کی جدائی کو برا جانتا ہے یہاں تک کہ قریب ہے کہ (اس شوق میں) ہاتھ پر بھی عمامہ باندھے (تا کہ لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے بھی سر سمجھ کر اس پر طمانچہ رسید کریں)۔''

(۱۶) حسن کنایہ اور شرح ملیح

شعر مذکور میں قاصد کے اظہار شوق کی تکذیب کر رہا ہے۔ مگر تصریح نہیں کرتا بلکہ کنایہ کے طور پر مضمون کو ادا کر گیا ہے۔

تَشْتَکِیْ مَا اَشْتَکَیْتُ مِنْ اَلَمِ الشَّوْ　　قِ اِلَیْنَا وَالشَّوْقُ حَیْثُ النُّحُوْلُ

''(اے قاصد) تو بھی شوق کا وہی شکوہ کرتا ہے جو میں کرتا ہوں۔ حالانکہ تو جھوٹا ہے کیونکہ شوق وہاں ہوتا ہے جہاں لاغری ہوتی ہے (جب تو لاغر نہیں تو شوق کیسا)۔''

شعر ذیل میں متنبی نے حشو استعمال کیا۔ مگر حشو قبیح نہ ہونے دیا بلکہ اس حشو نے بجائے خود شعر میں ایک تازگی پیدا کر دی جو اس کی قادر الکلامی کی دلیل ہے:

صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ غَیْرَ مُوَدِّعٍ　　وَسَقٰی ثَرٰی اَبَوَیْکَ صَوْبَ غَمَامٍ

''خدا تجھ پر رحمت کرے اور مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرے اور تیرے ماں باپ کی قبر کو بارش تر کرے۔''

اس میں ''غَیْرَ مُوَدِّعٍ'' حشو ہے۔ مگر یہی حشو ملیح شعر کی روح ہے۔

وَتَحْتَقِرُ الدُّنْیَا اِحْتِقَارَ مُجَرِّبٍ　　یَرٰی کُلَّ مَافِیْھَا وَحَاشَاکَ فَانِیاً

''اور تو دنیا کو اس تجربہ کار شخص کی طرح حقیر جانتا ہے جو تمام کائنات کو آپ کے علاوہ فانی سمجھتا ہے۔''

لفظ حَاشَاکَ نے جو حشو ملیح ہے مضمون شعر کو کس قدر بلند کر دیا ہے۔

متنبی کی شاعری کے عیوب اور خامیاں

اب ہم متنبی کے کلام کے کمزور پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

وَمَنْ ذَالَّذِیْ تَرضٰی سَجَایَاہُ کُلُّھَا　　کَفٰی الْمَرْئَ نُبلاً اَنْ تُعَدَّ مَعَائِبُہٗ

''ایسا کون ہے جس کے سب اخلاق پسندیدہ ہوں۔ کسی آدمی کے شرف و بزرگی کے لئے یہ کافی ہے کہ اس میں گنتی کے عیوب ہوں''۔

(۱) مطلع کی رکاکت

سب سے اول ہم قبح مطلع کو لیتے ہیں۔ قصیدہ کا مطلع الفاظ کے اعتبار سے عمدہ شستہ اور شیریں ہونا چاہیے۔ نیز اس کے معنوں میں جودت اور براعت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ مطلع ابتدائی قوت سامعہ کو وجد میں لاتا ہے۔ پس اگر مطلع ہی رکیک اور سست ہو تو کان کو اس پورے قصیدہ کو سننا ہی گوارا نہ ہوگا۔ چہ جائیکہ وہ کسی کے دل میں اتر سکے اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے عوام میں مشہور ہے دیگ کے سر پر تلچھٹ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الف) متنبی کے بعض مطلع ایسے رکیک اور سست ہیں جن کو اس کے نکتہ چینوں کی رائے کا استصواب کرتے ہوئے چاروناچار ان کے معیوب اور ناقص ہونے پر صاد کرنا پڑتا ہے۔کان ان کے سننے اور دماغ ان کے محفوظ کرنے سے گھبراتے ہیں۔(۲۶) مثلاً متنبی محمد بن زریق کی مدح میں کہتا ہے:

هٰذِیْ بَرَزْتِ فَهِجْتِ رَسِیساً ثُمَّ انْثَنَیتِ وَمَا شَفَیتِ نَسِیساً

''اے محبوبہ تو میرے سامنے جب جلوہ آراء ہوئی۔تو تو نے اس محبت کو جو تپ کی طرح دل میں پوشیدہ تھی اور بھڑکا دیا۔ پھر تو جدا ہوئی اور میری بقیہ جان کو شفا نہ دی۔''

شعر مذکورہ بالا میں لفظ ھذی دراصل یاھذی تھا۔متنبی نے نحوی قواعد کے برخلاف (محض ضرورت کے پیش نظر) حرف نداء کو حذف کردیا۔پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ''رسیس''اور''نسیس''جیسے دو انتہائی ثقیل اور بھدے لفظ لا کر شعر کو بالکل خاک میں ملا دیا۔

ب) متنبی میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ وہ رجز کی زبان کو قصائد میں بے تحاشا اس لیے استعمال کرتا ہے تاکہ سامعین اس کی وسعت علمی سے مرعوب ہوں۔حالانکہ قصیدہ کی زمین رجز کی زمین سے بالکل جداگانہ ہے۔مثلاً متنبی نے عضدالدولہ کی مدح میں کہا ہے:

اَوْهِ بَدِیْلٌ مِنْ قَوْلَتِیْ وَاهاً لِمَنْ نَاَتْ وَالْبَدِیْلُ ذِکْرَاهَا

اَوْهِ مِنْ اَنْ لَا اَریٰ مَحَاسِنَهَا وَاَصْلُ وَاهاً وَاَوْهِ مَرْآهَا

''اب بجائے واہ کے میری زبان پر لفظ آہ ہے اور بسبب اس کے ہجر کے اس کی یاد ورد زبان ہے۔آہ وہ محبوبہ جس کی خوبیاں اب مجھ کو نظر نہیں آتیں اور آہ اور واہ کی اصل دیدارِ محبوب ہے۔''

متنبی یہاں عضدالدولہ کی عجمیت کو اپنی عربیت سے مرعوب کرنا چاہتا ہے۔

ج) متنبی سیف الدولہ سے ناراض ہو کر کافور کے دربار میں پہلی ملاقات میں پہلا قصیدہ ان الفاظ سے شروع کیا۔

کَفٰی بِکَ دَاءً اَنْ تَرَی الْمَوْتَ شَافِیاً وَحَسْبُ الْمَنَایَا اَنْ یَکُنَّ اَمَانِیاً

''تجھ کو اس قدر مرض کافی ہے کہ موت کو کافی سمجھنے لگے۔اور موتوں کو یہ کافی ہے کہ وہ (لوگوں کی) آرزوئیں بن جائیں (آرزو مرغوب چیز کی کی جاتی ہے)۔''

حالانکہ ابتداء کلام میں مرض،موت اور اجل کی بدشگونی کو ایک عامی آدمی بھی سننا گوارا نہیں کرسکتا۔چہ جائیکہ سریر آرائے سلطنت اس سے خوش ہو سکے۔

د) متنبی علی بن ابراہیم تنوخی کی تعریف میں کہتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أُحَادٌ اَمْ سُدَاسٌ فِيْ أُحَادِ　　　لُيَيْلَتُنَا الْمَنُوْطَةُ بِالتَّنَادِ

''یہ ہماری لمبی رات جو قیامت سے ملی ہوئی ہے۔ایک رات ہے یا چھ راتیں۔ایک سے جڑی ہوئی ہیں (یعنی کامل ہفتہ اور سارا زمانہ۔کیونکہ زمانہ ہفتوں سے بنا ہوا ہے)۔''

متنبی کا یہ مطلع ایسا ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں۔اس مطلع میں اس نے حساب دانی کے ایسے جوہر دکھائے ہیں جو نہ تو قواعد حساب سے حل ہو سکتے ہیں نہ علم اعداد کے اصول وضوابط کے مطابق ہیں۔

ھ) متنبی یماک کا مرثیہ سیف الدولہ کے سامنے پڑھتے ہوئے کہتا ہے:

لَا يَحْزِنُ اللّٰهُ الْاَمِيْرَ فَاِنَّنِيْ　　　لَآخُذُ مِنْ حَالَاتِهِ بِنَصِيْبِ

''خدا امیر کو غمگین نہ کرے۔کیونکہ میں اس کے شادی وغم دونوں میں سے حصہ لیتا ہوں (اور میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے اس کی جانب سے غم ملے)۔''

(۲) عدم تسلسل

متنبی کی ایک قابل گرفت عادت یہ ہے کہ وہ نفیس سے نفیس اور عمدہ سے عمدہ شعر کہتا ہوا اچانک ایسا سست اور رکیک کلام کہنے پر آ تر آتا ہے جس سے قصیدہ کی تمام آب وتاب ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔اس وقت اس پر یہ مثل بالکل چسپاں نظر آتی ہے:

اَنْتِ الْعُرُوْسُ لَهَا جَمَالٌ رَائِقٌ　　　لٰكِنَّهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تُصْرَعُ

''تو وہ دلہن ہے جس کا جمال تو دلفریب ہے۔لیکن اس کو روزانہ مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔''

ایسے موقع پر بلا مبالغہ ہم اسے اس مجنوں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو نہایت عاقلانہ اور حکیمانہ باتیں کہتا ہوا ناگہانی طور پر بہک جاتا ہے۔مثلاً اس کے ایک قصیدہ کا مطلع ہے:

اَتُرَاهَا لِكَثْرَةِ الْعُشَّاقِ　　　تَحْسَبُ الدَّمْعَ خِلْقَةً فِي الْمَاقِيْ

''کیا تو محبوبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کثرت عشاق (اور ان کے گریۂ پیہم) سے یہ سمجھنے لگی ہے کہ آنسو گوشۂ چشم میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔''

یہ مطلع نہایت نفیس اور جدتِ مضمون کی اعلیٰ مثال ہے۔مگر اس کے بعد فوراً ہی کہتا ہے:

كَيْفَ تَرْثِيْ الَّتِيْ تَرَى كُلَّ جَفْنٍ　　　رَآهَا غَيْرَ جَفْنِهَا غَيْرَ رَاقِ

''وہ محبوبہ جس نے اپنی آنکھ کے سوا ہر آنکھ کو آنسوؤں سے بہتا ہوا دیکھا ہے کیونکر رحم کرے گی (کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ آنسو گوشۂ چشم میں پیدا ہوتے ہیں)۔''

یہ شعر تعقید لفظی، بندش کی سستی اور تکرار لفظ ''غیر'' وغیرہ کے باعث اگر دیوان سے نکال پھینکا جائے تو کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باذوق شخص کو اس پر افسوس نہیں ہوگا۔(۲۷) اسی طرح ایک اور قصیدے میں بہترین مضامین بیان کرتا ہے۔جس کا ایک شعر یہ ہے:

قَدْ کُنْتَ اَشْفِقُ مِنْ دَمْعِیْ عَلٰی بَصَرِی　　فَالْیَوْمَ کُلُّ عَزِیْزٍ بَعْدَکُمْ هَانَا

''پہلے تو مجھے رونے سے بینائی جانے کا خطرہ تھا۔مگر اب تمہارے بعد ہر عزیز شے میری آنکھوں میں ذلیل ہوگئی ہے (خوب روؤں گا)۔''

شعر کے لاجواب ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا مگر اس کے بعد اسے تعلّی کی جو سوجھی ہے تو تمام شعراء سے بڑھنے کے لئے سواری کے مضمون کو نہایت ناموزوں طریقہ سے بیان کر گیا ہے۔کہتا ہے:

لَوِاستَطَعْتُ رَکِبْتُ النَّاسَ کُلَّهُمْ　　اِلٰی سَعِید بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بُعْرَانَا

''اگر میرے بس میں ہوتو تمام لوگوں کو اونٹ بنا کر ان پر سوار ہو کر سعید بن عبداللہ کے پاس چلا جاؤں۔''

سوال یہ ہے کہ لوگوں میں تو خود شاعر کی والدہ بھی شامل ہے تو کیا متنبی اس پر سوار ہونے کے لئے تیار ہوں گے؟ واضح رہے کہ غالباً خود متنبی کو بھی اس کا احساس ہوا ہے۔شاید اسی لئے استدراک کے طور پر کہتا ہے:

فَالْعِیسُ اَعْقَلُ مِنْ قَوْمٍ رَاَیْتُهُمْ　　عَمَّا یَرَاهُ مِنَ الْاِحْسَانِ عُمْیَانَا

'' کیونکہ اونٹ اس قوم سے زیادہ ہوشیار ہیں۔جو احسان کے ان راستوں سے جن کو ممدوح بخوبی جانتا ہے بالکل اندھے ہیں۔''

پھر اسی قصیدے میں اس قسم کے واہی تباہی اشعار کہنے کے بعد جب مدح شروع کی ہے تو نہایت عمدگی سے مضمون باندھا ہے۔کہتا ہے:

اِنْ کُوْتِبُوا اَولُقُوْا اَوْحُوْرِبُوا وُجِدُوْا　　فِی الْخَطِّ وَاللَّفْظِ وَالْهَیْجَاءِ فُرْسَانَا

کَاَنَّ اَلْسِنَهُمْ فِی النُّطْقِ قَدجُعِلَتْ　　عَلٰی رِمَاحِهِمْ فِی الطَّعْنِ خُرْصَانَا

کَاَنَّهُمْ یَرِدُوْنَ الْمَوْتَ مِنْ ظَمَاٍ　　اَوْ یَنْشَقُوْنَ مِنَ الْخَطِّیِّ رَیحَانَا

''اگر ان سے کتابت اور خطابت اور جنگ میں موازنہ کیا جائے تو وہ خط اور تقریر اور جنگ میں شہسوار نکلیں گے۔گویا ان کی زبانیں بولنے میں ایسی تیز ہیں جیسے بوقت نیزہ زنی ان کے نیزوں کے بھالے۔گویا وہ لوگ موت کے گھاٹ پر ایسے اترتے ہیں جیسے کوئی پیاسا پانی پر اور خطی نیزے سے ریحان کی خوشبو سونگھتے ہیں۔''

اس کے بعد عادت سے مجبور ہو کر کہتا ہے:

خَلاَئِقُ لَوْحَوَاهَا الزَّنْجُ لاَنْقَلَبُوْا　　ظُمْیَ الشِّفَاهِ جِعَادَ الشَّعْرِ غُرَّانَا

''ان کے اخلاق ایسے ہیں کہ اگر وہ زنگیوں میں پائے جائیں تو ان کے ہونٹ باریک اور بال گھنگھریالے اور چہرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سفید ہوجائیں۔''

(۳)تعقید لفظی

متنبی کے منجملہ عیوب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نامانوس الفاظ اور تعقید لفظی سے بچ نہیں سکا۔ یہ بھی اس کی بگڑی ہوئی سواریوں میں سے ایک سواری ہے۔ جس کے کوہان پر بیٹھ کر وہ ناہموار راستوں میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسرے کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ تھک جاتا ہے اور تھکا دیتا ہے اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ (۲۸) مثلاً اپنی سانڈنی کے متعلق کہتا ہے:

فَتَبِیتُ تُسْئِدُ مُسْئِداً فِیْ نِیِّهَا اِسَادَهَا فِی الْمَهْمَهِ الْاِنْضَائُ

''سو وہ ناقہ ایسے حال میں رات گذارتی ہے کہ اس کی چربی میں لاغری ایسے دوڑتی ہے جیسی وہ بیابان میں دوڑتی ہے۔''

شعر میں تعقید لفظ کی عریانی دیکھئے۔ اگر شعر کو اپنی اصلی صورت میں لایا جائے تو عبارت یوں ہوگی فَتَبِیتُ تُسْئِدُ مُسْئِداً الْاِنْضَائُ فِیْ نِیِّهَا اِسآرَهَا فِی الْمَهْمَهِ۔ مگر متنبی نے تقدیم وتاخیر کر کے شعر کو چیستان بنا دیا۔ (۲۹) پھر تُسْئِدُ مُسْئِداً اِسآرَهَا کی تکرار بھی مذاق سلیم کو گوارا نہیں۔ ایک دوسرا شعر ہے:

اَنّیٰ یَکُوْنُ اَبَا الْبَرَاَ یَا آدَمْ وَاَبُوْکَ وَالثَّقَلَانِ اَنْتَ مُحَمَّدُ

''آدم تمام لوگوں کا باپ کیونکر ہے حالانکہ تیرا باپ محمد ہے اور تو بذات خود جن وانس کا مجموعہ ہے۔''

اس شعر میں بھی تعقید لفظی ہے۔ اصل میں یوں ہونا چاہیے تھا: انی یکون آدم البرا ابا وابوک محمد وانت الثقلان۔

(۴)اعراب ولغت کی اغلاط

متنبی شعر کی دھن میں لغت اور اعراب دونوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہر چند کہ متنبی کی طرف سے شراح اور دوسرے علما نے توجیہات کیں۔ شاعر کا کام الفاظ کو بدلنا اور نئے نئے الفاظ کو وضع کرنا نہیں ہے بلکہ قوم کی زبان میں خیالات کی مصوری کرنا ہے۔ متنبی کی اس غلطی کی مثال ملاحظہ ہو۔ حسین بن اسحق تنوخی کی مدح میں کہتا ہے:

فِدیً مَنْ عَلَی الْغَبْرَائِ اَوَّلُهُمْ اَنَا لِهٰذَا لِاَبِیِّ الْمَاجِدِ الجَائِدِ الْقَرِمِ

''اس برے کاموں سے بچنے والے شریف سخی سردار پر تمام روئے زمین پر رہنے والے قربان اور سب سے پہلے میں۔''

شعر مذکور میں لفظ ''جائد''متنبی نے خود گھڑا ہے۔ مادہ ''جود'' سے ''جواد'' آیا ہے، مثلاً فرس جواد، رجل جواد، مطر جواد کہتے ہیں مگر جائد نہیں سنا گیا ہے۔ (۳۰) اسی طرح ملاحظہ ہو:

شَدِیْدُ الْبُعْدِ مِنْ شُرْبِ الشَّمُوْلِ تُرُنْجُ الْهِنْدِ اَوْ طَلْعُ النَّخِیْلِ

''ترنج ہندی اور کھجور کا شگوفہ مے نوشی کے شایانِ شان نہیں ہے۔''

حالانکہ صحیح لفظ ''اُترج'' ہے۔ ''ترنج'' از قبیل غلط العوام ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَیسَ اِلَّاکَ یَا عَلِیُّ هُمَامٌ سَیفُهُ دُوْنَ عِرْضِهِ مَسْلُوْلُ

''اے علی تیرے سوا کوئی ایسا سردار نہیں ہے۔جس کی شمشیر برہنہ اس کی آبرو کی محافظ ہو۔''

دوسرے موقعہ پر کہتا ہے:

ثُمَّ تَرَ مَنْ نَارَمْتُ اِلَّاَ کَاَ لِاَلِسویٰ وُدِّکَ لِیْ ذَاکَا

''(اے ممدوح) تو نے ایسا کسی شخص کو نہیں دیکھا۔جس کے ساتھ میں نے ہم نشینی اختیار کی ہو۔بجز تیرے کیونکہ تیری مجھ سے محبت ہے۔''

مذکورہ بالا ہر دو شعروں میں نحوی غلطی ہے۔کیونکہ ''الا'' کے ساتھ ضمیر خطاب کو متصل کر کے لایا گیا ہے۔حالانکہ ایسے موقع پر انفصال ضروری ہے۔جیسے قرآن شریف میں ہے ''ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاہُ''۔(۳۱) اسی طرح ملاحظہ ہو:

لَعَظُمْتَ حَتّٰی لَوْ تَکُوْنَ اَمَانَۃً مَا کَانَ مُؤْتَمِنًا بِهَا جِبْرِیْنُ

''تو اتنا بڑا ہے کہ اگر تجھے امانت کہا جائے۔تو اس کا امانت دار جبریل امین بھی نہ ہو سکے۔''

یہ شعر لغت میں ناجائز دست اندازی کا بدترین نمونہ ہے۔جبریل کے لام کو نون سے بدلنا منون (موت) سے بھی بدتر ہے۔(۳۲)

(۵) قواعدِ عروض کا سقم

متنبی بعض اوقات قواعد عروض کا لحاظ بھی نہیں کرتا جس پر شعر کی صحت وسقم کا مدار ہے۔مثلاً ابوالفرج احمد بن حسین کی مدح میں کہتا ہے:

تَفَکُّرُہٗ عِلْمٌ وَ مَنْطِقُهٗ حُکْمٌ وَبَاطِنُهٗ دِیْنٌ وَظَاهِرُہٗ ظَرْفٌ

''اس کا تفکر علم ہے اور اس کی بات (سراپا) حکم ہے اور اس کا باطن دین اور ظاہر خوش روی ہے۔''

اس شعر میں عروضی غلطی یہ ہے کہ بحر طویل کا عروض سوائے تصریع کے کبھی بھی ''مفاعیلن'' سالم نہیں آتا بلکہ ''مفاعلن'' (مقبوض) آنا ضروری ہے مگر متنبی نے باوجود تصریع نہ ہونے کے ''مفاعیلن'' کو سالم استعمال کیا۔

(۶) نامانوس الفاظ کا استعمال

متنبی کبھی کبھی غریب اور بالکل نامانوس الفاظ لاتا ہے حالانکہ وہ متاخرین شعراء میں سے ہے جن کی زبان میں متقدمین کی نسبت زیادہ گھلاوٹ اور سلاست ہے۔مثلاً:

بِسَاحِیْهِ عَلَی الْاَجْدَاثِ حَفْشٌ کَاَیْدِی الْخَیْلِ اَبْصَرَتِ الْمَخَالِیْ

''وہ پراگندہ بادل زمین کو بسبب شدت بارش کے ایسا ادھیڑتا ہے۔جیسے گھوڑوں کے پاؤں جبکہ وہ توبرے دیکھ لیتے ہیں۔''

ساحی کے معنی پراگندہ اور حفش زور سے گر پڑنے کو کہتے ہیں۔شعر مذکور میں یہ دونوں لفظ بالکل غریب اور نامانوس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔کبھی کبھی تومتنبی ایسے شاذ کلمے اور قابل نفرت الفاظ کہہ دیتا ہے(۳۳)جس سے گمان گذرتا ہے کہ اس نے تمام عمر خیموں میں اونٹ کا دودھ پی پی کر گذاری ہے اور کبھی آبادی کی صورت ہی نہیں دیکھی۔مثلاً لفظ (توراب) اس شعر میں:

اَیَفْطِمُه التَّوْرَابُ قَبْلَ فِطَامِهِ وَیَاکُلُه قَبْلَ الْبُلُوْغِ اِلَی الْاَکْلِ

''کیا اس بچے کے دودھ چھوڑنے سے پہلے قبر کی مٹی اس کا دودھ چھڑا دے اور کھانے کے وقت تک پہنچنے سے پہلے مٹی اسے کھا جائے۔''

(۷) عجیب وغریب جمعیں

مزید برآں کبھی کبھی نہایت عجیب وغریب اور بے انتہا مضحکہ خیز جمعیں لاتا ہے۔مثلاً

الف) (اروض) کی جمع اس شعر میں:

اُرُوْضُ النَّاسِ مِنْ تُرْبٍ وَ خَوْفٍ وَاَرْضُ اَبِیْ شُجَاعٍ مِنْ اَمَانٍ

''دیگر لوگوں کی زمینیں مٹی اور خوف سے بنی ہیں اور ابوشجاع کی زمین امن وامان سے بنی ہے۔''

ب) (لُغی) لغت کی جمع۔اس شعر میں:

عَلِیْمٌ بِاَسْرَارِ الدِّیَانَاتِ وَ اللُّغٰی

''وہ دینوں اور زبانوں کا راز دان ہے۔''

ج) (دُنی) دنیا کی جمع اس شعر میں:

اَعَزُّ مَکَانٍ فِی الدُّنٰی سَرْجُ سَابِحٍ وَخَیْرُ جَلِیْسٍ فِی الزَّمَانِ کِتَابُ

''دنیا میں سب سے باعزت مقام تیز رفتار گھوڑے کی زین ہے اور بہترین ہم نشین زمانے میں کتاب ہے۔''

د) (اخاء) اخ کی جمع:

کُلُّ اِخَائِهِ کِرَامُ بَنِی الدُّنْیَا

''اس کے سب بھائی بند سب لوگوں سے زیادہ شریف ہیں۔''

(۸) عامیانہ پن

متنبی کے عیوب میں سے ایک عامیانہ پن بھی ہے۔(۳۴) مثلاً:

مَا اَنْصَفَ الْقَوْمُ ضَبَّه وَ اُمَّهُ الطُّرْطُبَه

''لوگوں نے ضبہ اور اس کی دراز اور ڈھیلی پستان والی ماں سے منصفانہ برتاؤ نہ کیا۔''

یہ پورا قصیدہ ایسا فحش ہے کہ خود متنبی کو بعد میں اس کا سننا گوارا نہ تھا۔اسی طرح:

فَکَاَنَّمَا حَسِبَ الْاَسِنَةَ حُلْوَةً اَوْ ظَنَّهَا الْبَرْنِیَّ وَالْاَزَازَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''گویا اس نے نیزوں کو حلوہ سمجھا تھا یا اس کو برنی اور اززنامی کھجور سمجھا تھا (جو اس بے باکی سے مقابلہ پر آمادہ ہوا تھا)۔''

تمام شعراء نے قابل ستر مقامات کا تذکرہ ایسے الفاظ میں کیا ہے جو آداب مجلس کے خلاف نہ ہوں اور زبان پر لانے سے حیا دامن گیر نہ ہو لیکن متنبی نے اس باب میں تمام قیود وضوابط کو خیر باد کہا ہے۔

(۹) استعارہ بعید

متنبی کا ایک عیب استعارہ بعیدہ ہے۔ چنانچہ سیف الدولہ کی ہمشیرہ کے مرثیہ میں لکھتا ہے:

لَمْ یُحکِ نَائِلَکَ السَّحَابُ وَ اِنَّمَا　　حُمَّتْ بِهٖ فَصَبِیْبُهَا الرُّحَضَاءُ

''بادل نے تیری بخشش کی نقل نہیں اُتاری۔ بلکہ (مارے شرم کے) اس کو بخار چڑھا سو یہ بارش اس کے بخار کا پسینا ہے۔''

اِلَّا یَشِبْ فَلَقَدْ شَابَتْ لَهٗ کَبِدٌ　　شَیْبًا اِذَا خَضَّبَتْهُ سَلْوَةٌ نَصَلَا

''اگر وہ عاشق بوڑھا نہیں ہوا تو اس کا جگر بے شک بوڑھا ہو گیا ہے۔ اگر اس پر ترک محبت کا خضاب کیا جائے تو وہ فوراً جاتا رہتا ہے اور وہی عشق کی بے چینی آموجود ہوتی ہے۔''

وَلَقَدْ ذُقْتُ حَلْوَاءَ الْبَنِیْنَ عَلَى الصِّبَا　　فَلَا تَحْسَبَنِیْ قُلْتَ مَا قُلْتُ عَنْ جَهْلٍ

''میں نے اولاد کی شیرینی ان کے عین زمانہ بچپن میں دیکھی ہے۔ سو یہ خیال نہ کر کہ میں نے جو کچھ کہا وہ نادانستگی سے کہا۔''

مذکورہ بالا اشعار میں ایسے استعارے ہیں جن میں مناسبت کا دور کا کوئی رشتہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ استعارہ میں رونق اور حلاوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک خاص مشابہت اور مناسبت کی بناء پر استعارہ کیا گیا ہو۔

(۱۰) لفظ ''ذا'' کا کثرت سے استعمال

متنبی لفظ ''ذا'' کا استعمال بہت زیادہ کرتا ہے۔ لفظ ''ذا'' کا شعر لانا شاعر کی کمزوری پر دال ہے۔[۳۵] اگرچہ لفظ ''ذا'' کہیں کہیں مناسبت مقام کی رو سے کلام میں حسن بھی پیدا کر دیتا ہے۔ مگر اس طرح نہیں جیسا کہ متنبی اس کو بلا تحاشا استعمال کرتا ہے۔ امثلۂ ذیل میں غور کیجئے:

قَدْ بَلَغْتَ الَّذِیْ اَرَدْتَ مِنَ الْبِرِّ　　وَمِنْ حَقِّ ذَا الشَّرِیْفِ عَلَیْکَا

''تو نے ہمارے ساتھ جس احسان کا ارادہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور نیز اس شریف کا حق بھی جو تجھ پر عائد ہوتا تھا۔''

اَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ ذَا الدُّمُسْتُقُ مُقْدِمٌ　　قَفَاهُ عَلَى الْاَقْدَامِ لِلْوَجْهِ لَائِمٌ

''کیا ہر روز یہ دمستق پیش قدمی کر کے تیری طرف آئے گا اور اس پیش قدمی پر اس کی پیٹھ کے منہ کو ملامت کرے گی (کہ کیوں اول اقدام کر کے اب پیٹھ پھیر لی)۔''

اس قسم کا استعمال متنبی کے کلام میں نہایت کثرت سے پایا جاتا ہے۔ حالاں کہ اس کی سخافت اور ضعف بالکل ظاہر ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے متعدد دواوین میں سے کوئی دیوان اٹھا لیجئے کہیں بھی آپ کو ''ذا'' کا استعمال نظر نہیں آئے گا۔ البتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاخرین شعرا نے اس کا استعمال کیا ہے لیکن بہت شاذ و نادر اور وہ بھی جہاں قافیہ تنگ ہو۔

(۱۱)مبالغہ آمیزی کی انتہا

متنبی مبالغہ میں علو کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جس کی قبولیت اور جواز کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔مثلاً:

فَبَعْدَهٗ وَاِلٰی ذَا الْیَوْمَ لَوْرَ کَضَتْ   بِالْخَیل فِیْ لَهوَاتِ الطِّفْلِ مَاسَعَلا

''سو اس دن سے آج تک یہ حال ہے کہ اگر ممدوح ان کے بچوں کے تالووں میں بھی گھوڑے دوڑائے تو وہ بھی (باوجود بے سمجھ ہونے کے)خوف کے مارے کھانس نہیں سکتے۔''

وَلَوْ قَلَمٌ اُلْقِیْتُ فِیْ شَقِّ رَأْسِهِ   مِنَ السُّقْمِ مَا غَیَّرْتُ مِنْ خَطِّ کَاتِبِ

''اور اگر میں کسی قلم کے شگاف میں ڈالا جاؤں تو لاغری کی وجہ سے لکھنے والے خط میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہ کروں۔''

(۱۲)تکرارِ لفظی

ایک لفظ کو بغیر کسی خاص صنعت کے ایک ہی شعر میں مکرر لاتا ہے۔مثلاً:

فَقَلْقَلْتُ بِالْهَمِّ الَّذِیْ قَلْقَلَ الْحَشَا   قَلاقِلَ عِیْسٍ کُلُّهُنَّ قَلاقِلٗ

''سو میں نے بسبب اس غم کے جس نے میرے اعضاء باطنی کو ہلا دیا۔ایسے سریع السیر سانڈنیوں کو حرکت دی جو سب کی سب حرکات مجسم تھیں۔''

جَوَابُ مُسَائِلِی اَلَهٗ نَظِیْرٌ   وَلَا لَکَ فِیْ سَوَالِکَ لَا اَلَا لَا

''جو مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا ممدوح کا کوئی نظیر ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر تو نہیں۔لیکن تو بھی بے نظیر ہے۔''

پہلے شعر میں ''قلقل'' اور دوسرے شعر میں ''لا الا لا'' کا تکرار پڑھنے اور سننے میں بڑے ثقیل معلوم ہوتے ہیں۔

(۱۳)طریقہ خطاب میں لا پرواہی

متنبی آداب محفل اور طریق خطاب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بعض جگہ ایسے الفاظ لے آتا ہے جو شایان مجلس نہیں ہوتے۔مثلاً سیف الدولہ کی بہن کے مرثیہ میں کہتا ہے:

وَهَلْ سَمِعْتِ سَلَامًا لِیْ اَلَمَّ بِهَا   فَقَدْ اطَلْتُ وَمَا سَلَّمْتُ عَنْ کَثَبٍ

اَیَعْلَمْنَ حِیْنَ تُحَیّٰی حُسْنَ مَبْسَمِهَا   وَلَیْسَ یَعْلَمُ اِلَّا اللّٰهُ بِالشَّنَبِ

''سلام لیتے وقت ان کے ہونٹوں کی خوبصورتی کو تو (ان کی سہیلیاں)معلوم کر لیتی ہیں اور ان کا آب دنداں سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔اور اے (زمین) کیا وہ سلام جو میری طرف سے اس کے پاس آیا تو نے سنا۔کیونکہ میں نے اسے دور سے دعا بھیجی ہے اور قریب سے سلام کرنے کی نوبت نہیں پہنچی۔''

ابوبکر خوارزمی کہتا ہے کہ اگر میری زوجہ کے مرثیے میں کوئی شخص اس قسم کے الفاظ استعمال کرتا تو میں اس کو متوفیہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ ملا کر دم لیتا اور اس کی قبر پر شاعر کی گردن مار دیتا۔(۳۶)

(۱۴) بے تکی نسبت

کبھی کبھی بالکل غلط مضمون بیان کرتا ہے اور بے تکی باتیں کہنے لگتا ہے۔مثلاً:

اَغَارُ مِنَ الزُجَاجَۃِ وَھِیَ تَجْرِیْ　　عَلٰی شَفَۃِ الْاَمِیرِاَبِی الْحُسَینِ

''میں شیشہ شراب سے جبکہ وہ لب امیر ابوالحسین پر بہتا ہے غیرت اور رشک کرتا ہوں (کہ وہ کیوں فائز ہوا اور میں محروم رہا)۔''

حالانکہ میدانِ شعر میں یہ نسبت عاشق ومعشوق کے درمیان ہوا کرتی ہے۔جیسے ابوالفتح کشاجم نے اس مضمون کو نہایت شُستگی سے ادا کیا ہے:

اَغَارُ اِذَا دَنَتْ مِنْ فِیْہِ کَأْسٌ　　عَلٰی دُرٍّ یُقَبِّلُہُ الزُّجَاجِ

''جب اس کے منہ سے جام ملتا ہے تو میں اس موتی (دانت) پر رشک کرتا ہوں۔جس کو گلاس چوم رہا ہے۔''

مگر امراء اور سلاطین کے دانتوں پر رشک کرنے کے تو کوئی معنی نہیں بنتے۔

(۱۵) فلسفیانہ موشگافیاں

متنبی کبھی کبھی مسلک شعر کو خیر باد کہہ کر فلسفیانہ رنگ میں نمودار ہوتا ہے۔مثلاً:

وَلَجُدْتَ حَتّٰی کِدْتَ تَبْخَلُ حَائِلاً　　لِلْمُنْتَھٰی وَمِنَ السُرُوْرِ بُکَائُ

''تو نے اتنی بخششیں کیں کہ انتہا تک پہنچ گیا۔اب قریب ہے کہ تو رجوع کر کے بخیل ہو جائے۔کیونکہ غایت سرور سے گریہ آ ہی جاتا ہے۔''

اِلْفُ ھٰذَا الْھَوَائِ اَوقَعَ فِی　　الْاَنْفُسِ اَنَ الْحِمَامَ مُرُ الْمَذَاقِ

''زندگی کی محبت نے ان کے دلوں میں یہ مضمون ڈال دیا ہے کہ موت کا مزہ تلخ ہے۔''

(۱۶) مقطع کی بے رونقی

قادر الکلام شاعر قصیدے کو اس طرح ختم کرتا ہے کہ طبیعت پیاسی رہتی ہے اور شوق کم نہیں ہوتا۔متنبی بعض اوقات اس کے بھی خلاف کر جاتا ہے جو صنعت شعر میں عیب ہے۔(۳۷) اس قصیدہ کا مقطع دیکھئے جو بالکل بے رونق ہے:

لَوْلَمْ تَکُنْ مِنْ ذَا الْوَرَیٰ اللَّذْمِنْکَ ھُوْ　　عَقِمَتْ بِمَوْلَدِ نَسلِھَا حَوَائُ

''اگر تو منجملہ اس مخلوق کے جو درحقیقت تجھ سے ہے نہ ہوتا تو حضرت حواء اپنی نسل کے پیدائش سے بانجھ ہوتی۔''

پھر ''ذا'' اور ''اللذا'' کے اجتماع سے طبیعت پر جو اثر پڑتا ہے اس کو ایک بلیغ خوب سمجھ سکتا ہے۔ایک دوسرے قصیدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مقطع ہے:

خَلَتِ الْبِلَادُ مِنَ الْغَزَالَةِ لَيْلَهَا　　فَاَعَاضَهَاکَ اللّٰہُ کَیْ لَا تَحْزَنَا

''شہر رات کے وقت آفتاب سے خالی تھے۔تو اس کے عوض خدائے تعالیٰ نے تجھے ان شہروں کو بخشا۔''

خلاصہ بحث

خلاصہ بحث یہ کہ عربی نظم میں تصرفات لفظی،حسن اداء اور نازک خیالی کے جونقوش متنبی نے چھوڑے ہیں اس کے اثرات بعد کے شعراء کے کلام میں واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔اگر یوں کہا جائے کہ متنبی نے عربی نظم کی قدیم روایات کو مکمل طور پر اخذ کر کے اسے جدت طرازی کے کئی نئے اسالیب سے روشناس کرایا تو شائد غلط نہ ہوگا۔لیکن نظم عربی میں تجدیدی روایت کو فروغ دینے کے عمل میں اس کے تسامح اور اغلاط سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔متنبی کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت اس کے حسن بیان کے کیف وسرور میں سر دھننے والا اس وقت سخت حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے جب وہ ایک دم کوئی ایسی رکیک اور بے تکی بات کہہ جاتا ہے جس کی توقع کسی کو نہیں ہوتی۔عدم تسلسل اور بے ربطی کے اس طرز عمل کی ایک وجہ شائد اس کے حالات کی بے ترتیبی اور بے قراری بھی تھی کیونکہ اس نے تمام زندگی ایک خانہ بدوش اور آوارہ گرد کی حیثیت سے گزاری۔یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام میں جہاں اہم ادبی نمونے موجود ہیں وہیں بے ادبی کی بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔متنبی کو تمام زندگی یہ شکوہ رہا کہ زمانے نے اس کی قدر نہیں کی اور اس کا اظہار اس نے اپنے کلام میں بھی جا بجا کیا ہے۔تاہم زمانے کی ستم ظریفی کا گلہ صرف متنبی ہی نہیں بلکہ ہر دور کے اہل فن کو رہا ہے۔لیکن ہماری ناقص رائے میں متنبی جس مقام ومرتبے کے حصول کے لیے تمام زندگی سرگرداں رہا وہ اقتدار اور امارت کی خواہش تھی ورنہ اس کے فن کی قدردانی تو خود اس کے زمانے میں ہی ہو چکی تھی۔متنبی نے اقتدار کے حصول کے لیے اپنے مزاج کے برخلاف امراء وسلاطین کی جھوٹی قصیدہ گوئی سے لے کر ریاستی بغاوت تک کا ہر حربہ اختیار کیا۔یقیناً متنبی کے اس طرز عمل سے اختلاف کی مکمل گنجائش موجود ہے لیکن عربی ادب سے شغف رکھنے والے اہل علم کو یہ گلہ ہمیشہ رہے گا کہ متنبی اگر اقتدار کی طلب میں اپنی توانائیاں صرف نہ کرتا تو شائد عربی زبان وادب میں جدت طرازی کے کئی ممکنہ اہم پہلو اور زاویے ہمارے سامنے ہوتے۔

مراجع وحواشی

(۱)　الزرکلی،خیرالدین،الاعلام،بیروت،دارالعلم للملایین،۲۰۰۲ء،ج۱،ص۱۱۵
(۲)　الواحدی،ابوالحسن احمد بن محمد بن علی،شرح دیوان المتنبی،طبع برلین،۱۸۶۱ء،ص۴۹
(۳)　البغدادی،عبدالقادر،ایضاح المشکل لشعر المتنبی،قاہرہ،خزانۃ الادب،ج۱،ص۳۸۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) ''سماوہ'' مشرق میں سواد کوفہ اور مغرب میں علاقہ ''تدمر'' کے درمیان واقع ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو:الحموی،شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ،معجم البلدان،بیروت،دارصادر،ج۳،ص۲۴۵

(۵) الواحدی،ابوالحسن احمد بن محمد بن علی،شرح دیوان المتنبی،ص۲۱

(۶) مرجع سابق،ص۷

(۷) ابن الانباری،کمال الدین عبدالرحمن ابن محمد،نزھة الباء فی طبقات الادباء،قاہرہ،دارالفکر العربی،۱۹۹۸ء،۳۶۹

(۸) Kratschkowsky,*Mutanabbi*,Saint Petersburg,1909,P11

(۹) اردو دائرہ معارف اسلامیہ،لاہور،دانش گاہ پنجاب،۱۹۸۵ء،ج۱۸،ص۵۱۲

(۱۰) الیازجی نے بیان کیا ہے کہ امیر بدر کے دربار سے جانے کے بعد متنبی نے ''بادیہ شام'' میں پناہ لی اور اس کے ذہن میں ایک مرتبہ پھر بغاوت کا خیال سما گیا تھا۔لیکن بعض وجوہ سے وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔تفصیل ملاحظہ ہو:الیازجی،ناصیف بن عبداللہ،العرف الطیب فی شرح دیوان ابی الطیب،بیروت،مطبع القدیس،۱۸۸۳ء،ص۱۶۹

(۱۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ،لاہور،دانش گاہ پنجاب،۱۹۸۵ء،ج۱۸،ص۵۱۳

(۱۲) الدمشقی،یوسف البدیعی،الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی،مصر،دارالمعارف،۱۹۳۴ء ج۱،ص۱۲۵

(۱۳) الواحدی،ابوالحسن احمد بن محمد بن علی،شرح دیوان المتنبی،ص۶۶۷

(۱۴) الدمشقی،یوسف البدیعی،الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی،ج۱،ص۲۳۹

(۱۵) متنبی پر تحقیق کرنے والے محققین کی ایک نامکمل فہرست حاجی خلیفہ کی ''کشف الظنون''میں موجود ہے۔حاجی خلیفہ کے مطابق تقریباً پچاس سے زیادہ فضلاء نے دیوان متنبی کی شروحات لکھی ہیں۔تفصیل ملاحظہ ہو:حاجی خلیفہ،کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،بیروت،داراحیاء التراث العربی،ج۲،ص۸۰۹ تا ۸۱۲

(۱۶) الثعالبی،عبدالملک ابومنصور،یتیمة الدھر فی محاسن اھل العصر،بیروت،دارالکتب العلمیہ،۱۹۸۳ء،ج۳،ص۲۷۶

(۱۷) ابن الاثیر،ضیاءالدین،المثل الثائر فی ادب الکاتب والشاعر،قاہرہ،دارنہضة مصر للطبع والنشر،ج۱،۲۰۴

(۱۸) مرجع سابق،ج۲،ص۱۶۷

(۱۹) مرجع سابق،ج۲،ص۵۹۷

(۲۰) العکبری،ابوالبقاء،التبیان فی شرح الدیوان،بیروت،دارالمعرفہ،ج۱،ص۳۳۴

(۲۱) الواحدی،ابوالحسن احمد بن محمد بن علی،شرح دیوان المتنبی،ص۵۷

(۲۲) العکبری،ابوالبقاء،التبیان فی شرح الدیوان،ج۱،ص۴۳۹

(۲۳) مرجع سابق،ج۲،ص۹۷

(۲۴) الثعالبی،عبدالملک ابومنصور،یتیمة الدھر فی محاسن اھل العصر،ج۳،ص۸۰

(۲۵) الدمشقی،یوسف البدیعی،الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی،ج۱،ص۱۹

(۲۶) ابن الاثیر،ضیاءالدین،المثل الثائر فی ادب الکاتب والشاعر،ج۳،۳۶۴

(۲۷) مرجع سابق،ج۳،ص۳۷۰

(۲۸) الیازجی،ناصیف بن عبداللہ،العرف الطیب فی شرح دیوان ابی الطیب،ص۴۶۹

(۲۹) الدمشقی،یوسف البدیعی،الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی،ج۱،ص۲۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳۰) الثعالبی،عبدالملک ابومنصور،یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر ،ج ۳،ص ۲۷۸

(۳۱) سورۃ بنی اسرائیل،آیت نمبر ۶۷

(۳۲) الواحدی،ابوالحسن احمد بن محمد بن علی،شرح دیوان المتنبی،ص ۳۴۳

(۳۳) الیازجی،ناصیف بن عبداللہ،العرف الطیب فی شرح دیوان ابی الطیب،ص ۲۲۱

(۳۴) الثعالبی،عبدالملک ابومنصور،یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر ،ج ۳،ص ۸۱

(۳۵) ابن الاثیر،ضیاءالدین،المثل الثائر فی ادب الکاتب والشاعر ،ج ۲، ۱۷۴

(۳۶) مرجع سابق ،ج ۲،ص ۱۹۸

(۳۷) الثعالبی،عبدالملک ابومنصور،یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر ،ج ۳،ص ۱۶۷

© rasailojaraid.com